اسلامی علوم وتحقیقات اور زبان وادب کا ترجمان ماہنامہ

شمارہ نمبر — ۲

التخیل

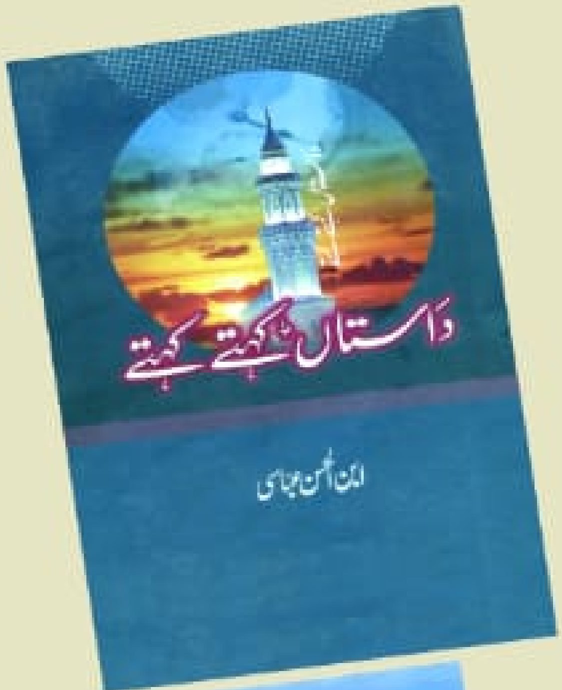
کراچی

شمارہ نمبر — ۲

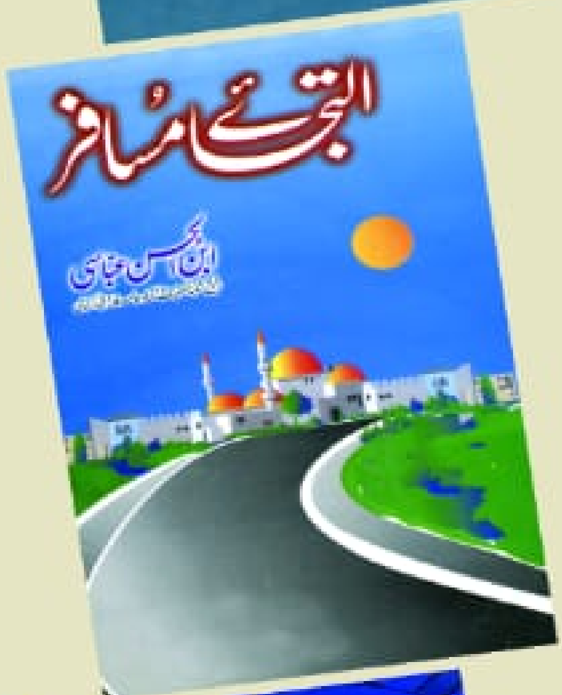
مدیر

ابن الحسن عبّاسی

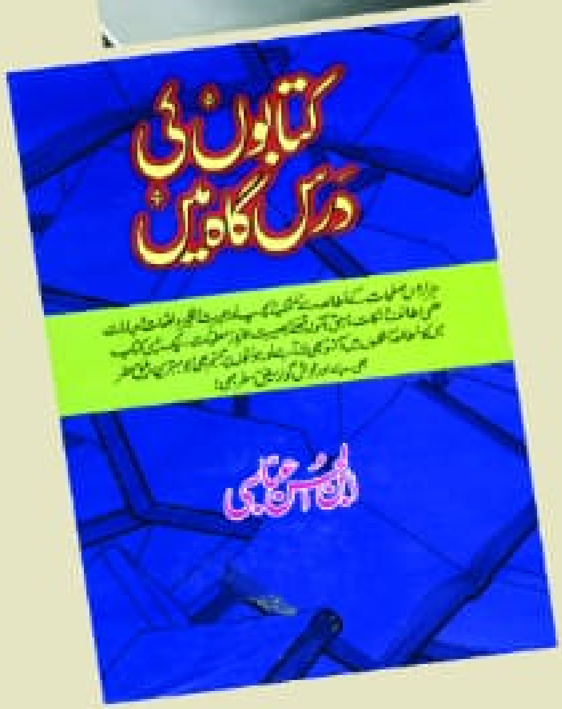

دینی مدارس
ابن الحسن عباسی


داستاں کہتے کہتے
ابن الحسن عباسی


متاعِ وقت
اور کاروانِ علم
ابن الحسن عباسی


التجائے مسافر
ابن الحسن عباسی


کرنیں
ابن الحسن عباسی


کتابوں کی
درس گاہ میں
ابن الحسن عباسی

اسلامی علوم وتحقیقات اور زبان وادب کا ترجمان ماہنامہ

النخیل کراچی

شمارہ نمبر: 2 رمضان 1440ھ مطابق مئی 2019ء

جامعہ تراث الاسلام، شاہ فیصل ٹاؤن، کراچی
alnakhil786@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

صدائے نخیل

تصویر کشی اور ویڈیو سازی کا رجحان

مدیر کے قلم سے

خاص مواقع پر تصویر کھنچوانے کا رواج عام ہے، یادگار لمحات کو کیمرے کی آنکھ سے محفوظ کیا جاتا ہے لیکن برصغیر کے جمہور علماء نے کیمرے کی تصویر کشی کو ناجائز قرار دیا ہے، اس کے عدم جواز پر دلائل سے بھرپور ایک تفصیلی مضمون مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب نے لکھا ہے جو ان کی کتاب "عدالتی فیصلے" میں شامل ہے، ڈیجیٹل تصویر کے بارے میں جواز، عدم جواز دونوں رائے ہیں لیکن اس عمل کی کثرت کے ناپسندیدہ ہونے پر سب کا اتفاق ہے کہ دیگر خرابیوں کے علاوہ یہ خودنمائی کے جذبے کو ابھارتا اور ریاکاری کو پروان چڑھاتا ہے، خاص کر عبادات کے موقع پر توجہ، انابت، تواضع اور فنائیت کے جو اوصاف مقصود ہیں، یہ ان کے بالکل منافی ہے۔

ہزاروں میل کا فاصلہ طے کر کے کوئی بندہ حج یا عمرے کے لیے حرم کی مقدس فضاؤں میں پہنچتا ہے، مقصد ہی کیا ہے، وہاں جانے کا........ لجانا، گرگڑانا، اپنے عجز وکوتاہی کو سامنے لانا...... آخر کیا ضرورت ہے اپنے اور اپنے رب کے درمیان بندگی کے اس منظر کی تصویریں بنائی جائیں اور آلودزدہ سکرینوں پر پھیلائی جائیں۔

تبلیغی جماعت کا نظم ایک شاندار نظم ہے اور دعوت وتبلیغ میں سلف صالحین کے طرز کا پرتو ہے، ٹی وی پر اشتہارات چلتے ہیں نہ اس کے لئے اخبارات چھپتے ہیں لیکن لاکھوں لوگوں کا مجمع اس کے اجتماعات میں دیوانہ وار پہنچتا ہے اور ہزاروں جماعتیں نکلتی ہیں، یہ سب نظم، مروجہ میڈیا کے سہارے کے بغیر چلتا ہے، کوئی اس نظم کو میڈیا پر گھسیٹے گا یا اسے ویڈیو سازی کے رخ پر لائے گا، فتنے کی نذر ہو جائے گا، خیر عام کرنے کے لئے میڈیا آرائی کا شاید کچھ جزوی فائدہ بھی ہو گا لیکن اس کی تہہ میں فتنوں کا ایک ہجوم

ہے جوامنڈ آتا ہے۔

اس وقت دینی اداروں میں ویڈیو سازی کا عمل بڑھ رہا ہے، بعض معتبر اداروں نے پس منظر میں موسیقی کی ترنگ بھی شروع کر دی ہے، کچھ اداروں نے ڈیجیٹل ویڈیوز کی حرمت پر سخت فتوی جاری کئے لیکن معاملہ اب سب جگہ ڈھیلا ہے جب کہ اس کی کثرت کسی کے ہاں بھی پسندیدہ نہیں، اس لئے اس پر قابو پانے کی ضرورت ہے، علماء اور اہل دعوت کے پاس ابلاغ کا ایک موثر ذریعہ منبر و محراب ہیں، اسے اسوہ نبوی اور سلف صالحین کے طریقہ پر استعمال کیا جائے تو خیر کے چشمے پھوٹیں گے، اصلاح کی راہیں کھلیں گی اور دین کے داعی پیدا ہوں گے!

''النخیل'' کا پہلا شمارہ........الحمدللہ........ توقع سے بڑھ کر پڑھا گیا، امید ہے اسی طرح پڑھا جائے گا، اہل قلم کی محنت کا صلہ اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے کہ ان کے قلم کا پیغام، عام ہو جائے........النخیل نامور اور سنجیدہ اہل قلم کی ایسی نگارشات، شامل اشاعت کرے گا جو زبان وادب، علم و تحقیق اور فکر و فن سے متعلق ہوں اور ہماری نظر میں افادیت کا کوئی نہ کوئی پہلو ان میں نمایاں ہو، النخیل کی خوشبو کو قدیم و جدید حلقوں اور جغرافیائی حدود کا پابند نہیں کیا جا سکتا........اس کا سفر ان شاءاللہ جاری رہے گا........

اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو

ابن الحسن عباسی

02 رمضان 1440ھ

مسافران آخرت

ایک مقبول شارح علم کی رحلت کا اثر نامہ

ابن الحسن عباسی

مولانا جمیل احمد سکروڈھوی صاحب اس سال اکتیس مارچ 2019 کو رحلت فرما گئے، وہ دس اپریل انیس سو پچاس کو انڈیا کے صوبہ ''اترا کھنڈ'' کے ایک قصبہ ''سکروڈہ'' میں پیدا ہوئے تھے، انیس سو ستر میں وہ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہوئے، ستتر میں دارالعلوم دیوبند میں استاد مقرر ہوئے، انیس سو بیاسی میں دارالعلوم دیوبند وقف جب وجود میں آیا تو انیس سو ننانوے تک اس میں استاد حدیث رہے، پھر دارالعلوم دیوبند آئے اور سن دو ہزار سے تا دم وفات وہاں درجات علیا اور حدیث کے استاد رہے، اس طرح تقریبا چالیس سال تک وہ ہندوستان کے ان علمی مراکز سے فیض پھیلاتے رہے۔ اس ماہ یکم اپریل کو دارالعلوم دیوبند کے احاطہ مولسری میں ان کا جنازہ ہوا اور وہیں ہجر کی بستی ''مزار قاسمی'' میں حوالہ خاک کئے گئے۔ اجازت دیں کہ غالب کا وہ مشہور زمانہ شعر اس موقع پر کہا جائے جو گو بہت پامال ہو چکا ہے لیکن تازہ ہے:

مقدور ہو تو خاک سے پوچھوں کہ اے لئیم ! تو نے وہ گنجہائے گراں مایہ، کیا کئے ؟

مولانا جمیل احمد سکروڈھوی صاحب درس نظامی کی بعض کتابوں کے مقبول شارح تھے، جس زمانے میں ہم پڑھتے تھے، اس وقت اردو شروحات کا رواج زیادہ نہیں تھا، استاد اور طالب علم کی لیاقت کے یہ خلاف سمجھا جاتا تھا کہ اردو شرح دیکھ کر کتاب حل کی جائے، عام تاثر یہ تھا کہ اس سے استعداد نہیں بنتی ہے، پھر بھی اساتذہ اور طلبہ چھپ چھپ کر اردو شروحات کا مطالعہ کرتے تھے، مولانا حنیف گنگوہی صاحب اس زمانے میں مقبول شارح تھے، انہوں نے مختصر القدوری کی شرح، ''الصبح

النوری‘‘، ’’کنز الدقائق‘‘ کی شرح، ’’معدن الحقائق‘‘ اور مختصر المعانی کی شرح ’’نیل الامانی‘‘ کے نام سے لکھی جو بڑی متداول تھی ، درس نظامی کے مصنفین کے حالات و خدمات پر ان کی کتاب ’’ظفر المحصلین ‘‘ کو آج بھی قبول عام حاصل ہے۔

ان کے بعد مولانا جمیل احمد سکروڈھوی صاحب کا دور آیا، انہوں نے ہدایہ کی شرح ’’اشرف الھدایہ‘‘، حسامی کی شرح ’’فیض سبحانی‘‘، اصول الشاشی کی شرح ’’اجمل الحواشی‘‘ اور مختصر المعانی کی شرح ’’تکمیل الامانی‘‘ کے نام سے لکھی اور ان تمام شروح کو قبول عام حاصل ہوا۔ تاثر یہ تھا کہ مولانا جمیل احمد صاحب کتاب کے مغلق مقامات کو کماحقہٗ تفصیل کے ساتھ حل کرتے ہیں، ان کی یہ کتابیں آج بھی پاکستان میں متداول ہیں، اور وہ ان کتابوں کے سب سے مقبول شارح ہیں، ہمارے طالب علمی کے زمانے میں ان کتابوں کی اردو شروحات نابید تھیں۔

اردو شروحات کے سلسلے میں میرا تجربہ ہے کہ یہ اصل فن اور کتاب سے طالب علم کو دور کردیتی ہیں، بہتر طریقہ تعلیم وتدریس یہ ہے کہ نفس کتاب پر توجہ ہو اور اصل فن کے ساتھ تعلق ہو، شروحات میں عموما زوایدبیان کیے جاتے ہیں اور آدمی ان میں بھٹک کے رہ جاتا ہے، جس سے بسااوقات نفس کتاب کی طرف توجہ متاثر ہوجاتی ہے، لیکن اس کے باوجود بعض مغلق مقامات کے لئے شروحات کی طرف رجوع ناگزیر ہوتا ہے، عموما درس نظامی کی کتابوں کی جو حواشی لکھے گئے ہیں، وہ بہت جامع اور شاندار ہیں اور کفایت کرجاتے ہیں۔

میں نے کئی سال تفسیر بیضاوی شریف پڑھائی، ہمارے ہاں نصاب میں شروع سے سورہ بقرہ کے ایک ربع تک داخل درس ہے، تفسیر بیضاوی کا یہ حصہ کافی مغلق ہے، اس کی ایک اردو شرح یا تقریر پاکستان میں ’’التقریر الحاوی‘‘ کے نام سے معروف ہے اور دارالعلوم دیوبند کے سابق صدر المدرسین مولانا فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے، مفتی شکیل احمد صاحب اس کے مرتب ہیں لیکن انہوں نے اس کے تیسرے یا چوتھے حصے کے آخر میں تصریح کردی ہے کہ یہ پوری شرح ان کے قلم سے

ہے اور مولانا فخر الدین صاحب کی طرف اس کی نسبت صرف تبرک کے لیے ہے۔ (۱)

اس تقریر کا وہی انداز و اسلوب ہے جو مولانا جمیل احمد سکروڈہوی صاحب کا ہے، جس میں پڑھنے والے کو کبھی کبھی طوالت کا احساس ہوتا ہے۔

نفس کتاب اگر پڑھائی جائے تو تدریس میں بھی آسانی رہتی ہے اور طلبہ کے لیے سمجھنا اور یاد رکھنا بھی آسان رہتا ہے، بلکہ ایک کتاب بار بار پڑھانے کے بعد اس کے لئے مستقل مطالعہ کی ضرورت کم ہوجاتی ہے تاہم تازہ مطالعہ کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ اس حوالہ سے اپنا ایک دلچسپ تجربہ بیان کردوں، میرے پاس ابتدائے زمانہ تدریس میں کئی سال تک شرح وقایہ اولین رہی، بار بار پڑھانے کے بعد آخری سالوں میں اس کے لیے الگ سے میں مطالعہ نہیں کرتا تھا، بلکہ درس گاہ میں جا کر طالب علم عبارت پڑھتا اور میں اس کی تشریح کردیتا تھا۔

چند سالوں کے بعد وفاق المدارس نے نصاب میں شرح وقایہ اولین کے بجائے "آخرین" رکھدی، میں حسب سابق اسی زعم کے ساتھ پڑھانے گیا، طالب علم نے عبارت پڑھی اور میں اس کی تشریح میں الجھ گیا اور الجھتا چلا گیا، خیال تھا، آگے آسان ہوگا اور آگے مشکل ہوتا گیا، دیکھا تو اس کی کوئی عربی اور اردو شرح بھی نہیں تھی۔ شرح وقایہ اولین کا حاشیہ مولانا عبدالحئی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے "عمدۃ الرعایۃ" کے نام سے لکھا ہے اور کمال کا لکھا ہے، یہ درس نظامی کی کتابوں کا سب سے عمدہ

---

(۱) ہندوستان کے مشہور عالم دین حضرت مولانا ندیم الواجدی صاحب نے اس کے متعلق یہ تبصرہ بھیجا ہے:

"السلام علیکم، عرض ہے کہ شرح بیضاوی کی نسبت حضرت مولانا فخر الحسن صاحب کی طرف کی گئی ہے، یہ اس وقت صدر المدرسین تھے، مولانا فخر الدین صاحب اس وقت شیخ الحدیث بھی تھے، ان کے افادات ایضاح البخاری کے نام سے چھپ چکے ہیں۔ مولانا شکیل صاحب نے یہ بات صحیح نہیں لکھی ہے کہ اس شرح کی نسبت، مولانا فخر الحسن کی طرف، تبرک کے طور پر کی گئی تھی بلکہ ایک ضرورت کی وجہ سے کی تھی۔ مولانا جمیل اور مولانا شکیل نے بیضاوی حضرت مولانا شریف حسن دیوبندی سے پڑھی تھی اور یہ شرح انہی کے درسی افادات پر مشتمل ہے لیکن ان کا نام چھپایا گیا جس کا مولانا شریف حسن دیوبندی کو شدید قلق تھا۔"

حاشیہ ہے، جو پڑھنے والے کو بے نیاز کردیتا ہے لیکن شرح وقایہ آخرین کا حاشیہ حضرت لکھنوی نہیں لکھ سکے، ان کے ایک شاگرد نے اس کا تکملہ لکھا ہے لیکن اس میں وہ بات نہیں، اس لیے مجھے شرح وقایہ آخرین کے حل کے لیے ہدایہ ثالث کی طرف رجوع کرنا پڑتا، اس طرح یہ کتاب بغیر تفصیلی مطالعہ کے میں بالکل نہیں پڑھا سکا، میرے نزدیک شرح وقایہ ''آخرین'' درس نظامی کی فقہ کی مشکل ترین کتابوں میں سے ایک ہے، خاص کر اس کا تیسرا حصہ ہدایہ ثالث کی ایک مغلق تلخیص ہے، اس کی کتاب الکفالہ اور حوالہ کی عبارتوں کو حل کرنے میں دماغ کو پسینہ آجاتا ہے، اس زمانہ میں بڑی جستجو رہی کہ مولانا جمیل احمد صاحب نے اس کی کوئی شرح تو نہیں لکھی۔ اب تو اس کی کئی اردو شروحات آگئی ہیں، میں نے بھی اس کی شرح لکھی تھی، لیکن وہ طبع نہیں ہوسکی۔

بہرحال اس طرح مغلق کتابوں کے حل کے لیے شروحات مددگار ثابت ہوتی ہیں اور خاص کر کمزور استعداد والے طلبہ کا تو پورا فہم تعلیم ہی شروحات کے رہین منت ہوتا ہے، طلبہ کی ایک تعداد ایسی ہوتی ہے کہ ان کی اردو بھی کمزور ہوتی ہے، جو ہماری قومی زبان ہے، عربی تو آگے کی بات ہے، جب ہم درجہ اعدادیہ میں پڑھتے تھے، اس وقت مفتی اعظم ہند حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کی ''تعلیم الاسلام'' داخل نصاب تھی، یہ ایک بے نظیر کتاب ہے، اس میں عقائد و احکام کو بہت سادہ لفظوں میں دلنشین انداز میں بیان کیا گیا ہے، ہم نے اس کے حصہ اول کا پہلا سبق پڑھا تو ہمارے ایک ساتھی مولوی عبداللہ تھے، صوبہ سرحد کے تھے، اردو کم سمجھتے تھے، اللہ انہیں سلامت رکھے، معلوم نہیں، اب کہاں ہوں گے، سبق ختم ہونے کے بعد ان کا پہلا سوال تھا، ''استاد جی! اس کتاب کی کوئی شرح ہے تو بتلادو۔''

مولوی عبداللہ جیسے ساتھیوں کو ہمیشہ شرح کی ضرورت رہی ہے اور رہے گی۔ کتابوں کے مصنفین کی طرح ان کے شارحین بھی اہل علم اور طالبان علوم دینیہ کے محسن ہیں، مولانا جمیل احمد سکروڈھوی صاحب بھی اسی زرین سلسلے کے فرد خوش نصیب تھے۔ انہوں نے ہزاروں طلباء کو پڑھایا اور برصغیر کے لاکھوں طلباء و طالبات نے ان کی کتابوں سے فائدہ اٹھایا اور اٹھا رہے ہیں۔ اللہ تعالی انہیں غریق رحمت فرمائے اور ان کی محنت کو ان کے لئے زاد آخرت بنائے۔ آمین

(یہ مضمون انڈیا کے مجلہ ''متاعِ کارواں'' کے خاص نمبر کے لیے لکھا گیا ہے)

تعلیم وتربیت

مطالعہ

صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی

[صاحبزادہ سید خورشید احمد گیلانی مرحوم پاکستان کے مشہور ادیب واہل قلم تھے، "قلم برداشتہ" کے عنوان سے ان کا کالم مقبول خاص وعام تھا، انہوں نے "مطالعہ" کے عنوان سے ایک عمدہ کالم لکھا، جو نذر قارئین ہے۔]

بیسیوں احباب ذاتی طور پر مل کر اور درجنوں لوگ خطوط لکھ کر مجھ سے پوچھتے رہتے ہیں کہ اچھی تحریر کا فن اور خوب صورت تقریر کا ہنر کیسے ہاتھ آتا ہے؟ یہ وہ لوگ ہیں جنہیں تحریر اور تقریر کے شعبے میں دلچسپی ہوتی ہے، یہ دلچسپی بھی آج کے دور میں غنیمت ہے، ورنہ آج کے نوجوان کو کرکٹ اور پاپ میوزک سے فرصت کیوں؟

ان کا متعین سوال یہ ہوتا ہے کہ تحریر وتقریر میں حسن پیدا کرنے کا کیا طریقہ ہے؟ میرا اس سلسلے میں ہمیشہ یہی جواب رہا ہے کہ "مطالعہ" مطالعہ کے بغیر لکھنے میں نکھار آتا ہے نہ بولنے میں سنوار، اگلا سوال یہ ہوتا ہے کہ کتنا، کس طرح کا اور کتنی دیر مطالعہ کرنا چاہیے؟ میرے نزدیک ان تین سوالوں کی تین ہی جوابات ہیں "کتنا مطالعہ" کے جواب میں عرض کروں گا کہ "ذوق مطالعہ" اصل بات ہے، اگر یہ پیدا ہوجائے تو نہ دماغ تھکتا ہے اور نہ دل بھرتا ہے، اچھی کتاب سے لے کر کاغذ کی اس پڑیا تک جس میں آدمی ہلدی مرچ لے کر آتا ہے سبھی ایک نظر دیکھنے کو جی چاہتا ہے، اگر ذوق نہ ہو تو کتاب سامنے بھی دھری ہو تو یا اباسی آنے لگتی ہے یا تھکن طاری ہوجاتی ہے یا سر بوجھل محسوس ہونے لگتا ہے، جس طرح دیوار کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس سے بھی مشورہ کر لینا چاہیے، اسی طرح کاغذ کا ہر ٹکڑا ایک نظر کا ضرور مستحق ہوتا ہے، ذوق مطالعہ کی یہ قطعاً دلیل نہیں کہ آراستہ پیراستہ کمرہ ہو، چمک دار جلد

کی کتابیں ہوں، چار رنگی طباعت ہو اور آرام دہ کرسی اور صاف شفاف میز ہو، جنہیں قدرت نے ذوق مطالعہ سے نوازا ہے، وہ گلی میں لگے بلب کی روشنی میں بھی اس کی تسکین کر لیتے ہیں، جنہیں مطالعہ سے وحشت ہو وہ ڈرائنگ روم کے قیمتی فانوس سے بھی کوئی استفادہ نہیں کر پاتے۔

اگلا سوال ہے کہ ''کس طرح کا مطالعہ کرنا چاہیے؟'' اس کا جواب یہ ہے کہ ''وسعت مطالعہ'' موضوع اور کتاب کے انتخاب کا مرحلہ بہت دیر بعد آتا ہے، پہلے ہر نوع کی کتاب پڑھنی چاہیے، اخباری مضامین سے لے کر ٹھوس تحقیقی مواد تک سبھی کا مطالعہ ناگزیر ہے، ایک مدت بعد یہ ذوق پیدا ہوتا ہے کہ کتاب دیکھ کر یا سونگھ کر اس کا پورا متن سمجھ میں آ جائے، ابتدائی مراحل میں رطب و یابس کی کوئی قید نہیں رکھنی چاہیے، مطالعہ میں وسعت آئے گی تو انتخاب کی نوبت آ سکے گی، درجنوں کتابوں میں سے ایک آدھ کا مواد ذہن میں اترے گا، ڈائننگ ٹیبل پر بہت سے کھانے سجے ہوں گے تو ایک دو پر دل آئے، اگر کھانا ہی ایک ہو تو انتخاب کیسا؟

تیسرا استفسار ہوتا ہے کہ کتنی دیر اور کب تک مطالعہ جاری رکھنا چاہیے؟ میں کہوں گا عمر بھر! وہ شخص کبھی عالم نہیں ہو سکتا جو زندگی کے کسی مرحلے میں مطالعہ سے خود کو بے نیاز سمجھ لے، آج جو گرد و پیش میں بہت سے ''علامہ'' نظر آتے ہیں وہ ماشاءاللہ زیادہ تر ''علم لدنی'' پر انحصار کرتے ہیں، اس لیے دورانِ گفتگو ان کے ایک جملہ بولنے سے اندازہ ہو جاتا ہے تو جناب والا علامہ کتنے ہیں اور ''الاہمہ'' کس قدر؟

ایک سچا عالم بستر مرگ پر بھی کتاب سے مستغنی نہیں ہوتا، آکسیجن سے کہیں زیادہ مطالعہ اس کی زندگی کی ضمانت ہوتا ہے، ہلدی کی گانٹھ ملنے پر کوئی چاہے تو پنسار بننے کا دعویٰ کر سکتا ہے مگر درجن ڈیڑھ کتابیں پڑھ اور سال چھ مہینے مطالعہ کر لینے سے کوئی اچھا ادیب اور اچھا خطیب نہیں بن سکتا، امام غزالیؒ اڑتیس برس کی عمر میں جامعہ نظامیہ کے وائس چانسلر کے عہدے سے الگ ہو کر غور و فکر اور مطالعے کے لیے شہر سے نکل کھڑے ہوئے، دس سال بعد واپس ہوئے، پچپن سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی، درمیان کے سات سال میں ان کے قلم سے **''تہافت الفلاسفہ''** اور **''المنقذ من**

الضلال'' جیسی کتابیں نکلیں جنھوں نے فلاسفۂ یونان کا بھیجا ہلا دیا، گویا غزالیؒ جیسا شخص رئیس الجامعہ بننے کے بعد بھی مطالعے کا محتاج اور تلاشِ حق کا آرزومند رہا۔ میں اگر یہ دعویٰ کروں تو بہت زیادہ جھوٹا نہیں ہوگا کہ کم از کم اردو لٹریچر میں خوب صورت لکھنے والے لوگ خواہ وہ نثر نگار ہوں یا شاعر، زیادہ تر وہ لوگ ہیں جنھیں مکتبی تعلیم تو واجبی سی نصیب ہوئی، مگر مطالعہ کے ذوق، وسعت اور تسلسل نے ان کے ذہن کو مالا مال، زبان کو پاکیزہ اور قلم کو شستہ اور رواں دواں بنا دیا۔ مولانا ابوالکلام آزاد آخر کس دارالعلوم اور یونی ورسٹی کے فارغ التحصیل تھے؟ مگر ان کا اسلوبِ نگارش بیسیوں اہل قلم کا آستانہ بنا، جہاں وہ جھکتے رہے۔

خواجہ حسن نظامیؒ بھلا کہاں کے ڈگری ہولڈر تھے کہ علامہ اقبالؒ کو کہنا پڑا ''مجھے اگر خواجہ حسن نظامی جیسی نثر لکھنے پر قدرت حاصل ہوتی تو میں کبھی شاعری کو ذریعہ اظہار نہ بناتا۔'' یہی حال شورش کاشمیری کا ہے، نہ اسکول گئے، نہ مدرسہ دیکھا، مگر ان کی شاعری ہو یا نثر، کہنا پڑتا ہے:

اٹھے تو بجلی پناہ مانگے، گرے تو خانہ خراب کر دے

احسان دانش مرحوم بھی عمر بھر مزدور ہی رہے، کبھی کانجی ہاؤس کے چوکیدار، کبھی مالی، کبھی ماشکی، مگر ان کی شعری و نثری کاوشوں اور خوب صورتی دیکھ کر بے اختیار منہ سے نکلتا ہے:

یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

مرحوم غالباً پرائمری پاس بھی نہیں تھے، مگر شورش ان کی شاگردی پر عمر بھر نازاں رہے اور اپنے کلام کی اصلاح لیتے رہے۔

ماہر القادری مرحوم جیسا زبان کی ثقاہت اور لطافت کا نمائندہ شخص بھی کوئی اندرون یا بیرون ملک جامعہ کا طالب علم نہیں رہا لیکن ذوقِ مطالعہ اور ممارستِ فکر نے ان کے قلم کو وہ جولانی بخشی کے دقیق سے دقیق موضوعات ان کے ہاتھ میں پہنچ کر پانی بن جاتے تھے، کس کس کا نام لیا جائے؟ میں یہ نہیں کہہ رہا کہ اسکول، کالج یا دارالعلوم کی تعلیم ضروری نہیں، بلکہ مدعا یہ ہے کہ اصل چیز ڈگری نہیں، پاکیزہ فکری ہے۔

میرا جو دوست یہ چاہتا ہے کہ اس کے قلب میں ذائقہ اور اس کی زبان میں رونق آ جائے، اسے چاہیے کہ وہ زیادہ سے زیادہ مطالعہ کرے، دینیات، تاریخ، فلسفہ، ادب، سوانح، عمرانیات، سیاسیات، عصریات جو کچھ میسر ہو، اسے نعمت سمجھے، ایک وقت آئے گا، اسے قدرت حق و باطل میں تمیز بھی عطا کر دے گی، جھوٹ سچ میں امتیاز کا ملکہ بھی پیدا ہو جائے گا، وہ ثقاہت اور ظرافت میں فرق بھی کر سکے گا اور معیاری اور بازاری لٹریچر میں حد فاصل بھی قائم کر سکے گا، بلکہ یہ کہو تو تعلّی نہ سمجھا جائے کے وقت آنے پر کتاب پڑھنے کی ضرورت نہیں پڑے گی، کتاب کے لفظ و حرف خود بولنے لگ جائیں گے کہ ہم یہ ہیں اور ہمارا مفہوم یہ ہے، جس طرح عشق بعد میں مچلتا ہے اور مذاق عاشقی پہلے پیدا ہوتا ہے، اسی طرح علم بعد میں آتا ہے، ذوق پہلے ابھرتا ہے۔

☆......☆......☆

محبت کا قرینہ

شیخ العرب والعجم مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ درس بخاری میں ارشاد فرمایا: ایک حاجی صاحب مدینہ منورہ پہنچے اور یہ کہہ دیا کہ مدینہ منورہ کا دہی کھٹا ہوتا ہے، رات کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا کہ ''جب مدینہ شریف کا دہی کھٹا ہے تو آپ یہاں کیوں تشریف لائے؟ یہاں سے چلے جایئے''...... یہ صاحب بیدار ہوئے تو بہت گھبرائے، لوگوں سے پوچھتے پھرتے تھے کہ ''اب کیا کروں؟''...... کسی صاحب نے فرمایا کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر جا کر دعا کرو، ممکن ہے، اللہ تعالیٰ تمہارے حال پر رحم فرمائے۔ چنانچہ یہ صاحب، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے مزار پر گئے اور رو رو کر اللہ تعالیٰ سے دعائیں کیں۔ رات کو حضرت حمزہ ؓ خواب میں تشریف لائے اور فرمایا: ''مدینہ منورہ سے چلے جا، ورنہ ایمان کا خطرہ ہے۔'' اس کے بعد حضرت مدنی نے ارشاد فرمایا: ''مدینہ منورہ کی چیزوں میں ہرگز عیب نہ نکالنا چاہیئے، بلکہ وہاں کی مصیبتوں کو خوشی سے برداشت کرنا چاہیئے، مدینہ منورہ کے باشندوں کا احترام کرنا چاہیئے، اگر ان کی طرف سے کوئی تکلیف پہنچے تو اس کو ہنسی خوشی برداشت کرنا چاہیئے۔''...... (انفاس قدسیہ: ۹۵۲)

کتابیں ہیں چمن اپنا

مسنون دعاؤں کی چند مستند و مشہور کتابوں کا تعارف

محمد بشارت نواز
معاون مدیر النخیل

[''کتابیں ہیں چمن اپنا'' اس عنوان کے تحت ہر ماہ کسی ایک اہم کتاب کا تعارف پیش کیا جائے گا۔ اس ماہ مسنون دعاؤں کی چند مستند و مشہور کتابوں کا تعارف پیش کیا جارہا ہے۔ ادارہ]

اللہ تعالیٰ سے اس کے بندے سوال کریں یہ اس کو بہت پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں انتہائی تذلل، بندگی و سرافگندگی، عاجزی ولاچاری اور محتاجی و مسکینی کا پورا پورا اظہار، اور یہ یقین کرتے ہوئے کہ سب کچھ اسی کے قبضہ و اختیار میں ہے، اور سب اسی کے دَر کے فقیر و گدا ہیں، اس سب کے مجموعہ کا عنوان ''مقامِ عبدیت'' ہے، جو تمام مقامات میں اعلیٰ و بالا ہے۔ ''دعا'' عبدیت کا جوہر اور خاص مظہر ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس مقام کے امام یعنی اس وصف خاص میں سب پر فائق ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احوال و اوصاف میں غالب ترین وصف اور حال ''دُعا'' کا ہے، اور امت کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعہ روحانی دولتوں کے جو عظیم خزانے ملے ہیں ان میں سب سے بیش قیمت خزانہ ان ''دُعاؤں'' کا ہے جو مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ سے، خود آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیں یا امت کو ان کی تلقین فرمائی۔

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ فرماتے ہیں:

''حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانگی ہوئی دعائیں علوم کا ایک جہاں ہیں، اگر انسان صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مانگی ہوئی دعاؤں کو غور سے پڑھ لے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سچا رسول ہونے میں کوئی ادنیٰ شبہ نہ رہے، یہ دعائیں بذاتِ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی دلیل ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا معجزہ ہیں، کیونکہ کوئی بھی

انسان اپنی ذاتی عقل اور ذاتی سوچ سے ایسی دعائیں مانگ ہی نہیں سکتا جیسی دعائیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مانگی اور اپنی امت کو وہ دعائیں تلقین فرمائیں، ایک ایک دعا ایسی ہے کہ انسان اس دعا پر قربان ہو جائے۔''

(اصلاحی خطبات جلد 13 ص 35)

مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ معارف الحدیث میں لکھتے ہیں:

''ان دُعاؤں کی قدر و قیمت اور افادیت کا ایک عام عملی پہلو تو یہ ہے کہ ان سے دعا کرنے اور اللہ سے اپنی حاجتیں مانگنے کا سلیقہ اور طریقہ معلوم ہوتا ہے اور اس باب میں وہ رہنمائی ملتی ہے جو کہیں سے نہیں مل سکتی۔ اور ایک دوسرا خاص عملی اور عرفانی پہلو یہ ہے کہ ان سے پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روحِ پاک کو اللہ تعالیٰ سے کتنی گہری اور ہمہ وقتی وابستگی تھی اور آپ کے قلب پر اس کا جلال و جمال کس قدر چھایا ہوا تھا، اور اپنی اور ساری کائنات کی بے بسی اور لاچاری اور اس مالک الملک کی قدرتِ کاملہ اور ہمہ گیر رحمت و ربوبیت پر آپ کو کس درجہ یقین تھا کہ گویا یہ آپ کے لئے غیب نہیں شہود تھا۔ حدیث کے ذخیرے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو سینکڑوں دعائیں محفوظ ہیں، ان میں اگر تفکر کیا جائے تو کھلے طور پر محسوس ہوگا کہ ان میں سے ہر دعا معرفتِ الٰہی کا شاہکار اور آپ کے کمالِ روحانی و خدا آشنائی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقِ تعلق کا مستقل برہان ہے، اور اس لحاظ سے ہر ماثور دُعا بجائے خود آپ کے ایک روشن معجزہ ہے۔

اس عاجز راقم سطور کا دستور ہے کہ جب کبھی پڑھے لکھے اور سمجھ دار غیر مسلموں کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تعارف کرانے کا موقع ملتا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کچھ دعائیں ان کو ضرور سناتا ہوں۔ قریب قریب سو فیصد تجربہ ہے کہ وہ ہر چیز سے زیادہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دعاؤں سے متاثر ہوتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالِ خدا رسی و خدا شناسی میں ان کو شبہ نہیں رہتا۔''

(معارف الحدیث حصہ پنجم ص 91)

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں:

”یہ دعائیں مستقل معجزات اور دلائل نبوت ہیں، ان کے الفاظ شہادت دیتے ہیں کہ وہ ایک پیغمبر ہی کی زبان سے نکلے ہیں۔ ان میں نبوت کا نور ہے، پیغمبر کا یقین ہے، ”عبد کامل“ کا نیاز ہے، محبوب رب العالمین کا اعتماد و ناز ہے، فطرتِ نبوت کی معصومیت و سادگی ہے، دلِ دردمند و قلبِ مضطر کی بے تکلفی و بیساختگی ہے، صاحب غرض و حاجت مند کا اصرار و اضطرار بھی ہے اور بارگاہ الوہیت کے ادب شناس کی احتیاط بھی دل کی جراحت اور درد کی کسک بھی ہے اور چارہ ساز کی چارہ سازی اور دل نوازی کا یقین و سرور بھی“

(سیرتِ محمدی دعاؤں کے آئینے میں ص18)

ماثور اور مسنون دعاؤں کی اہمیت و افادیت کے پیشِ نظر محدثین نے اپنی کتابوں میں مستقل عنوان ”کتاب الدعوات“ کا قائم کیا ہے، اور بعض مصنفین نے مستقل کتابیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شب و روز کے معمولات اور مسنون دعاؤں پر تالیف کی ہیں، تا کہ ہر مسلمان اس کو آسانی کے ساتھ یاد کر لے۔ ادعیہ ماثورہ کے اس پورے ذخیرے کو چار حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

پہلی قسم وہ دعائیں جن کا تعلق خاص اوقات سے ہے مثلاً صبح نمودار ہونے کے وقت کی دعا، شام کے وقت کی سونے کے وقت کی دعا، نیند سے بیدار ہونے کے وقت کی دعا، آندھی یا بارش کے وقت کی دعا، کسی مصیبت اور پریشانی کے وقت کی دعا وغیرہ۔ دوسری وہ دعائیں جن کا تعلق کسی مکان سے ہے مثلاً گھر میں داخل ہونے کی دعا، بازار میں داخل ہونے کی دعا وغیرہ۔ تیسری قسم معمولات کی دعائیں یعنی شب و روز کے معمولات کی دعائیں مثلاً کھانے کی دعا، پینے کی دعا، کپڑے پہننے کی دعا آئینہ دیکھنے کی دعا وغیرہ۔ چوتھی وہ دعائیں جو عام نوعیت کی ہیں، کسی خاص وقت اور مخصوص حالات سے ان کا تعلق نہیں مثلاً خیر کا سوال، مغفرت کی دعا، جہنم کی پناہ وغیرہ۔ اس مضمون میں ہم مسنون دعاؤں کی چند مشہور کتب و رسائل کا تعارف کرائیں گے۔

عمل الیوم و اللیلۃ: ابوعبدالرحمن احمد بن شعیب نسائی المعروف امام نسائی رحمہ اللہ (متوفی 303 ہجری) کی تالیف ہے۔ ”عمل الیوم و اللیلۃ“ ادعیہ ماثورہ اور مسنون دعاؤں کی سب سے

پہلی اور جامع کتاب ہے۔ اس میں نظرِ بد، جنات وشیاطین سے بچاؤ اور تقریباً ہر بیماری کے لئے دَم، نیز غم، مصیبت اور پریشانی کے لیے اَوراد و وظائف کے علاوہ تمام انسانی ضروریات کے لیے دعائیں موجود ہیں، پیدائش سے وفات تک دن رات میں جس دعا کی بھی ضرورت ہو، وہ اس میں موجود ہے۔ گویا کہ اگر کوئی اپنی مکمل زندگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مبارک طریقہ کے مطابق گزارنا چاہے تو یہ کتاب اس کے لیے بہترین راہ نما ثابت ہوگی۔ اردو میں مولانا محمد اشرف صاحب (فاضل وفاق المدارس) نے اس کا ترجمہ ''نبوی لیل ونہار'' کے نام سے کیا ہے اور اسے مکتبہ حسینیہ، قذافی روڈ، گرجا گھر، گوجرانوالہ نے شائع کیا ہے۔

عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ابوبکر احمد بن محمد الدینوری، ابن السنی (متوفی 364 ہجری) کی کتاب ''عمل الیوم واللیلۃ'' کو بھی امام نسائیؒ کی عمل الیوم والیلۃ کی طرح قبولیت حاصل ہوئی ہے۔ اس کتاب میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول دن رات کے اعمال، سنتیں اور دعائیں جمع کی گئیں ہیں اور بتایا گیا ہے کہ ایک مؤمن لیل ونہار اور ماہ سال کیسے گزارے اور سنتِ نبوی میں اس کے لیے کیا مشعلِ راہ ہے۔ اردو زبان میں اس کا ترجمہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دن رات کے اعمال'' کے نام سے مولانا ارشاد احمد فاروقی صاحب نے کیا، جسے زمزم پبلشرز کراچی نے شائع کیا ہے۔

الدعوات الکبیر: الدعوات الکبیر امام ابوبکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیہقی (متوفی 458ہجری) کی تالیف ہے۔ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منقول مختلف اعمال، افعال، اوقات وغیرہ پر مانگی گئی دعاؤں کو جمع کیا گیا ہے۔ اسی کے ساتھ دعا کے آداب وفضائل، کلمات استغفار وتسبیحات کو جمع کیا گیا ہے۔ منشورات مرکز المخطوطات والتراث والوثاق الکویت نے علامہ بدر بن عبداللہ البدر کی تحقیقات کے ساتھ 1993ء میں شائع کی ہے۔

الاذکار للنووی: ابوزکریا محیی الدین یحییٰ بن شرف النووی (متوفی 676ہجری) کی تالیف ہے۔ اس کا مکمل نام ''الاذکار من کلام سید الابرار صلی اللہ علیہ وسلم'' ہے۔ ادعیہ و اذکار اور معمولات نبوی پر یہ نہایت ہی جامع اور مستند کتاب ہے۔ کتاب کی ابتداء میں اخلاص نیت

اور ذکر کی فضیلت بیان کی گئی ہے، پھر مختلف مواقع اور احوال نیز نماز، روزہ، حج، جہاد، سفر، خورد ونوش، سلام وملاقات، نکاح، ولادت وغیرہ کی دعائیں اور اذکار نقل کیے گئے ہیں۔ فضائل اعمال، اذکار و اوراد، آداب زندگی اور مسنون دعاؤں کا ایک بے نظیر مجموعہ ہے۔ اذکار نبوی کے نام سے مولانا نثار احمد قاسمی بن مولانا محمد حصیر الدین قاسمی (استاذ المعہد العالی اسلامی حیدرآباد، انڈیا) نے ''الاذکار'' کا بہت عمدہ ترجمہ کیا ہے، جو دو جلدوں میں مکمل ہوا۔ اسے فرید بک ڈپو دہلی نے شائع کیا ہے۔

حِصْنِ حَصِیْن: علامہ امام محمد بن محمد الجزری شافعی (متوفی 833ہجری) کی ''حصن حصین'' مستند کتبِ حدیث سے جمع کردہ ادعیہ واذکار وآیات پر مشتمل ایک معروف ومقبول کتاب ہے۔ الحصن الحصین کا معنی ہے ''مضبوط قلعہ''۔ اِس کا مکمل نام یہ ہے 'الحِصْنُ الْحَصِین مِنْ کَلاَمِ سَیِدِ المُرْسَلِینْ صَلَی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ'' مگر عموماً الحِصْنُ الْحَصِیْن کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے۔ اسے جو غیر معمولی مقبولیت حاصل ہوئی ہے، وہ بہت کم کتابوں کو ملی ہے۔ عالمِ اسلام کے تقریباً ہر خطے میں یہ کتاب پہنچی ہے اور دنیا کی کئی زبانوں میں اس کے ترجمے ہو چکے ہیں۔ اس میں پیدائش سے لے کر موت تک زندگی کے تمام مواقع کے لیے مسنون دعاؤں کو جمع کر دیا گیا ہے اور ساتھ ساتھ دعا کے فضائل، قبولیت، دعا کے اوقات ومقامات، فضائلِ ذکر، اسمائے حسنیٰ، حج کی دعائیں، مختلف سورتوں اور آیتوں کے فضائل، غم اور خوشی کے مسنون اور مستند اعمال بیان کیے ہیں۔ مکتبہ غراس کویت سے عمدہ طباعت کے ساتھ 1429ھ موافق 2008ء میں شائع ہوئی ہے۔ حصن حصین کے اردو زبان میں کیے گئے چند مشہور تراجم یہ ہیں:

حصن حصین ترجمہ وشرح قولِ متین مترجم: مولانا محمد عبدالعلیم ندوی، ناشر: ڈاکٹر حافظ محمد عبدالمغیث، زبیر سپٹل، بھٹی روڈ پھلیلی، حیدرآباد سندھ

حصن حصین مع اردو ترجمہ مترجم: مولانا محمد ادریس میرٹھی تخریج حوالہ جات: مفتی مولانا عصمت اللہ حسن زئی، ناشر: گابا سنز اردو بازار ایم، اے جناح روڈ کراچی

حصن حصین مع اردو ترجمہ از مولانا محمد عاشق الٰہی بلندشہری، ناشر: خزینہ علم وادب، اردو بازار لاہور

عُدّۃُ الحِصن الحصین (خلاصہ حصن حصین) از مولانا ڈاکٹر محمد عبدالحلیم چشتی، ناشر: مکتبۃ الکوثر کراچی

الحزب الاعظم: مشہور محدث وفقیہ شیخ نور الدین علی بن سلطان محمد قاری، حنفی، ہروی مکی معروف بہ ''ملا علی قاریؒ'' (متوفی 1014 ہجری) کی تالیف ہے۔ اس کا پورا نام ''الحزب الاعظم والورد الافخم'' ہے۔ مجموعات ادعیہ وکتبِ اذکار وظائف میں سے، عوام وخواص میں سب سے زیادہ چلن ورواج ''الحزب الاعظم والورد الافخم'' کا ہے۔ یہ مشائخ کے معمولات میں شامل ہے۔ مہینے کے دنوں کے حساب سے اسے تیس منزلوں پر تقسیم کردیا ہے۔ کئی زبانوں میں تراجم موجود ہیں، اردو تراجم از مولانا عاشق الٰہی میرٹھی اور مولانا بدر عالم میرٹھی معروف ہیں۔ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل کے استاذ مولانا ابوبکر پٹنی صاحب کی تخریج اور مولانا رشید احمد سیلودوی کے اردو ترجمہ کے ساتھ مکتبہ ارشاد، ڈابھیل نے عمدہ طباعت کے ساتھ شائع کیا ہے۔ اس کے علاوہ مشغول لوگوں کے لیے ضرورت کے پیشِ نظر جناب صوفی محمد اقبال صاحب نے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ کے مشورہ سے ''مختصر حزب الاعظم'' کے نام سے خلاصہ مرتب کیا ہے۔ جسے مکتبۃ الشیخ کراچی نے شائع کیا ہے۔

مناجاتِ مقبول: ''مناجاتِ مقبول'' قرآن وسنت کی ماثور دعاؤں کا متبرک مجموعہ ہے، جو حکیم الامت مجدد الملۃ حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی (متوفی 1362 ہجری) نے مرتب فرمایا۔ اس میں ہفتے کے دنوں کے حساب سے سات منزلیں ہیں۔ اکابر نے مسلمانوں کی سہولت کے لیے، انتظامی طور پر مسنون دعاؤں کو تیس یا سات منزلوں میں تقسیم کردیا ہے تاکہ معمولات میں استقامت اور پختگی آجائے۔ ہزاروں بندگانِ خدا کا ورد ومعمول ہے۔ مناجاتِ مقبول میں جمع کی گئی ہر دعا اپنے معنی ومفہوم کے اعتبار سے انتہائی جامع اور مؤثر ہے۔ ان میں سے ہر منزل پانچ سے سات منٹ میں پڑھی جاسکتی ہے۔ اس کی افادیت کے پیشِ نظر تمام مشائخ، اپنے مریدین سالکین کو اس کے پڑھنے کا حکم فرماتے ہیں۔ اسے زبانی یاد کرنا زیادہ مشکل نہیں ہے۔ مناجاتِ مقبول اردو ترجمہ کے ساتھ تمام بڑے کتب خانوں پر دستیاب ہے۔

مجموعہ دعواتِ فضلیہ: نقشبندی سلسلے کی معروف روحانی شخصیت حضرت مولانا شاہ محمد عبد الغفور عباسی مدنی قدس سرہ العزیز (متوفی 1969ء) نے مرتب کیا ہے۔ دو حصوں اور خاتمہ پر مشتمل ہے، پہلے حصے میں ہفتے کے دنوں کے اعتبار سے سات حزب مقرر کیے ہیں جبکہ دوسرے حصے میں اوقات اور حالات کے ساتھ مخصوص دعاؤں کو جمع کیا ہے۔ خاتمہ میں سالکین کے لیے احادیثِ نبویہ، طریقے کے اسباق، سلسلہ شریف، بعض مختصر عمل اور ضروری نصیحتیں شامل ہیں۔ ''مجموعہ دعوات فضلیہ'' نقشبندی سلسلے میں بہت مقبول ہے۔ انتہائی جامع دعاؤں پر مشتمل ہے۔ سعید ایچ ایم کمپنی، ادب منزل، پاکستان چوک، کراچی نے شائع کیا ہے۔

الدعاء المسنون: دعائے نبوی ﷺ کا نہایت ہی جامع و مستند ترین ذخیرہ ''الدعاء المسنون'' کے نام سے حضرت مولانا مفتی محمد ارشاد صاحب قاسمی (استاذِ حدیث و افتاء مدرسہ ریاض العلوم گورینی، جون پور) نے مرتب فرمایا۔ مسنون دعاؤں کے اعتبار سے ایک نہایت ہی جامع کتاب ہے، بقول مفتی سعید احمد پالنپوری دامت برکاتہم ''بلا شبہ اس کو گنجینہ دعا یا دعاؤں کا انسائیکلو پیڈیا کہا جا سکتا ہے۔'' مفتی محمد ساجد میمن صاحب کی تخریج و تصحیح کے ساتھ زمزم پبلشرز کراچی نے عمدہ طباعت میں شائع کیا ہے۔

پرنور دعائیں: روزمرہ زندگی میں مانگی جانے والی اہم اور مؤثر دعاؤں پر مشتمل اس رسالہ کو حضرت شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے عمرہ کے سفر کے دوران جہاز میں مرتب فرمایا ہے۔ اسے ''قرآنی دعائیں''، ''آنحضرت ﷺ کی دعائیں''، ''حج و عمرہ سے متعلق دعائیں'' اور ''صبح و شام کے خاص اذکار'' کے نام سے چار حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اسے ادارۃ المعارف کراچی نے شائع کیا ہے۔

مسنون دعائیں: اس رسالہ میں مولانا عاشق الٰہی بلند شہری (متوفی 1422ھ) نے دن بھر کے اہم اذکار اور مسنون دعاؤں کو ترجمہ کے ساتھ جمع کیا ہے تا کہ ان اذکار اور دعاؤں کو خود یاد کرنے اور بچوں کو یاد کرانے میں سہولت رہے۔ (زمزم ایڈیشن تخریج والا) اسے قدیمی کتب خانہ کراچی نے

شائع کیا ہے۔

مناجاتِ صابری: یہ دعا و وظائف، عملیات شرعیہ اور درود و اذکار کے حوالے سے ایک جامع کتاب ہے۔ اسے جناب اللہ بخش صابر صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادے نے مرتب فرمایا ہے۔ انہوں نے اپنے والد ماجد کے جمع کردہ چند وظائف کو مرتب کرنا شروع کیا تھا، مزید اہم وظائف ساتھ ملانے سے ایک ضخیم کتاب تیار ہوگئی۔ انہی کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس کا نام ''مناجاتِ صابری'' رکھا گیا ہے۔ نوسو پچھتر صفحات پر مشتمل اس ضخیم کتاب کو تیرہ ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے۔ مرتب اس کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

> اوراد و مشاغل کا ذوق رکھنے والوں کو دیکھا کہ کئی کئی کتابیں اور کتابچے اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ قرآنی سورتوں کے لئے الگ، دعاؤں کے الگ اور درود شریف کے الگ اور عملیات کے الگ۔ خود میں نے کئی بزرگوں کو دیکھا کہ رومال میں آٹھ دس رسالے اور کتابچے باندھے سفر کرتے تھے، اب انشاءاللہ ایسے افراد کے لیے سہولت ہوجائے گی کہ وہ ایک کتاب ''مناجات صابری'' ساتھ رکھیں اور ہر طرح کے اوراد و وظائف سے مستفید ہوں۔''

مؤمن کا ہتھیار: مولانا محمد یونس پالنپوری مدظلہ نے اس کتاب میں مختلف مسائل کے حل کے لیے صبح اور شام کے اذکار کو جمع فرما دیا ہے۔ اس کتاب کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی ہے۔ مکتبہ شیخ سعید احمد خان کراچی سے عمدہ طباعت کے ساتھ شائع ہوئی ہے، اس کے علاوہ ہندو پاک کے کئی کتب خانوں نے اسے شائع کیا ہے۔

مختصر مسنون دعائیں: اس کے مرتب مفتی محمد رضوان صاحب (ادارہ غفران راولپنڈی) اس کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''بندہ نے ''مسنون اذکار اور دعاؤں کے فضائل و احکام'' کے عنوان سے ایک مفصل و مدلل کتاب مرتب کی تو بعض احباب کی خواہش ہوئی کہ ابتدائی درجہ کے چھوٹے بچوں کے لیے خواہ وہ سکول میں تعلیم حاصل کرتے ہوں یا کسی مکتب میں

یا پھر عام بالغ مرد یا خواتین ہوں، جن کو یہ قرآنی اور مسنون دعائیں یاد نہیں، ان سب کے لئے اس مفصل ومدلل کتاب کا خلاصہ نکال کر الگ سے کتابچہ کی صورت میں شائع کیا جائے، تو بہت بہتر ہوگا۔ چنانچہ اس ضرورت کے لیے بندہ نے اپنے مفصل و مدلل کتاب کے مجموعہ سے ایک مختصر خلاصہ تیار کیا، جو کہ ''مختصر مسنون دعائیں'' کے نام سے شائع کیا جارہا ہے۔''

اسے ادارہ غفران، راولپنڈی نے شائع کیا ہے۔

انوارِ صبح وشام: صبح وشام کی مسنون دُعاؤں کا ایک مفید مجموعہ ہے، جسے مفتی محمد سلمان زاہد (فاضل جامعہ دارالعلوم کراچی واُستاذ جامعہ انوار العلوم شاد باغ ملیر) نے مرتب کیا ہے۔ ہر دُعاء کا ترجمہ اور اُس کی تخریج وحوالہ جات کا اہتمام کیا گیا ہے۔

موجودہ دور کے اندھیرے اور دعائے نبوی کی روشنی: مفتی محمد تبریز عالم صاحب حلیمی قاسمی نے اس میں روز مرہ پیش آنے والے حالات سے متعلق چالیس دعاؤں کو بڑی تفصیل اور دلچسپ انداز سے ذکر کیا ہے۔ ترجمہ کے ساتھ ساتھ حدیث سے حاصل ہونے والے فوائد پر بھی اچھی روشنی ڈالی ہے۔ مفتی محمد تبریز عالم صاحب حلیمی قاسمی نے حیدرآباد، انڈیا سے شائع کیا ہے۔

کتاب الدعا: صاحبزادہ قاری عبدالباسط صاحب نے مرتب فرمایا ہے۔ جس میں حضور اکرم ﷺ سے منقول وماثور، مبارک دعاؤں کو جمع کیا ہے اور اس کے ساتھ دعا کے آداب ومسائل پر بھی بحث کی ہے۔ دعا کے معانی، آداب دعا، ناجائز ومکروہ دعائیں، قبولیت دعا کے اوقات واحوال، قرآن پاک کی دعائیں، اسماءِ حسنیٰ، حدیث کی دعائیں، جیسے عنوانات قائم کر کے مؤلف نے ان کے تحت عام فہم، مدلل اور تحقیقی اسلوب میں بحث کی ہے۔ اسے عالمی حلقہ دروس قرآن وحدیث، کراچی نے خوبصورت ڈیزائننگ کے ساتھ آرٹ پیپر پر شائع کیا۔

چالیس دعائیں: اس رسالے میں حضرت مولانا سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ نے منکرین دعا کی معقول تردید کے ساتھ فلسفہ دعا پر بصیرت افروز تبصرہ تحریر فرمایا ہے اور چالیس کلماتِ ادعیہ کا سلیس ترجمہ اور بہترین ربط بیان فرمایا ہے، اسے مکتبہ صفدریہ نزد مدرسہ نصرۃ العلوم، گوجرانوالہ نے شائع کیا۔

چہل اللھم: مولانا نظام الدین صاحب قاسمی (استاذ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم، اکل کوا، مہاراشٹر، انڈیا) نے احادیث نبویہ کی وہ چالیس دعائیں جو''**اللھم**'' سے شروع ہوتی ہیں، مستند حوالوں کے ساتھ جمع کردی ہیں۔مرتب نے ہی اسے شائع کیا ہے۔

مستند معمولات صبح وشام: بیت العلم ٹرسٹ، گلشن اقبال، کراچی کے اساتذہ نے حضور ﷺ کی وہ دعائیں جو صبح شام مانگنے کے لیے وارد ہیں، کو جمع کیا ہے۔کتاب کے آخر میں قرآنی آیات پر مشتمل وہ مشہور منزل بھی شامل ہے جو آسیب اور جادو وغیرہ سے حفاظت کے لیے مجرب ہے۔ بیت العلم ٹرسٹ 9EST، بلاک نمبر 8، گلشن اقبال، کراچی نے شائع کیا ہے۔

مسنون دعائیں: اس میں مولانا لیاقت علی شاہ صاحب (دارالعلوم تعلیم القرآن، پلندری) نے مختلف اوقات اور ضروریات کے لیے موجود بابرکت دعاؤں کو جمع کیا ہے۔ابتدا میں دعا کے فضائل اور آداب ذکر کرنے کے بعد مختلف ماثور دعاؤں کو ترجمہ کے ساتھ تحریر کیا ہے اور حدیث شریف کی جس کتاب سے دعا کا انتخاب کیا، اس کا حوالہ بھی جلد اور صفحہ نمبر کے ساتھ دے دیا ہے۔خوب صورت اور طباعتی سلیقے کے ساتھ دارالعلوم تعلیم القرآن، پلندری، ضلع سدھنوئی آزاد کشمیر نے شائع کیا ہے۔

محبوب خدا کی دعائیں: اس مجموعہ میں خواجہ محمد اسلام صاحب نے آنحضرت ﷺ سے منقول و ماثور دعاؤں کو جمع کیا ہے۔اس میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب ''سیرت محمدی ﷺ دعاؤں کے آئینے میں'' سے اہم مضامین کی تلخیص کی گئی ہے۔نفیس کتابت وطباعت کے ساتھ تبلیغی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور نے شائع کیا ہے۔

مستند روحانی نسخے: یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔حصہ اول میں وہ روحانی وظائف ہیں جو حضرت مولانا محمد یونس پالن پوری مدظلہ نے مرتب فرمائے اور اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''بکھرے موتی''میں ذکر فرمایا۔حصہ دوم میں حضرت اقدس مولانا محمد عمر پالن پوری قدس سرہ العزیز کے روحانی نسخہ جات ہیں جو ان کی خاص المار ی سے ملے ہیں۔اسے ادارہ القاسم دکان نمبر 1، فرسٹ فلور زبیدہ سنٹر 40، اردو بازار لاہور نے شائع کیا ہے۔

صبح وشام کے مسنون اذکار اور دعائیں: اس مختصر کتابچے میں صبح وشام کے مسنون اذکار اور دعاؤں کو جمع کیا گیا ہے، جسے مکتبہ شیخ سعید احمد خان کراچی نے مستند علمائے کرام کی تصدیق کے ساتھ شائع کیا ہے۔

اعمال قرآنی: حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے اس میں ہر قسم کے عملیات وتعویذات اور وظائف کو جمع فرما دیا ہے۔ دارالاشاعت کراچی نے مفتی محمد شفیع عثمانی رحمہ اللہ کے مرتب کردہ ''بسم اللہ اور درود شریف کے خواص'' کے اضافے کے ساتھ شائع کیا ہے۔

وظائف الصالحین: معروف روحانی معالج مولانا حافظ اقبال قریشی صاحب نے اس کتاب میں گھریلو پریشانیوں، الجھنوں اور بیماروں کے لیے مجربات جمع فرما دیئے ہیں۔ اسے مولانا ابوالقاسم نعمانی دامت برکاتہم (مہتمم دارالعلوم دیوبند) سمیت دیگر اکابرین نے پسند فرمایا۔ مکتبہ شہیدِ اسلام، متصل مرکزی جامع مسجد (لال مسجد) اسلام آباد سے شائع ہوئی ہے۔

گلدستہ وظائف: یہ روزمرہ زندگی میں پیش آمدہ پریشانیوں، بیماریوں اور تکلیفوں کے حل کے لیے ادعیہ ماثورہ پر مشتمل ہے۔ جسے حافظ محمد ابراہیم مجددی نقشبندی صاحب (خلیفہ مجاز مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ) نے مرتب فرمایا ہے۔ اسے الکہف ایجوکیشنل ٹرسٹ، اچھرہ لاہور نے شائع کیا ہے۔

اورادِ سعادت: مولانا عبدالرحیم صاحب فلاحی (استاذ حدیث وتفسیر جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا) نے اس میں آیات قرآنیہ واسمائے حسنیٰ سے پریشانیوں کے حل کے لیے مجربات جمع فرمائے ہیں۔ اسے مکتبہ السلام جامعہ اکل کوا، مہاراشٹر، انڈیا نے شائع کیا۔

مبارک مجموعہ وظائف: ادارہ تالیفات اشرفیہ، ملتان نے حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کی تصنیفات سے ماخوذ وظائف کو جمع کیا ہے۔ ادارے کی جانب سے اس کا تعارف ملاحظہ ہو:

''آج کل وظائف کی کتابوں میں بعض ایسے وظائف بھی دئے جاتے ہیں جو سند

کے اعتبار سے کمزور اور بعض من گھڑت ہوتے ہیں۔ اسی طرح عورتوں میں من گھڑت کہانیاں عام ہیں جیسے معجزہ بی بی فاطمہ، معجزہ حضرت علی اور عہد نامے وغیرہ جن میں شرکیہ کلمات ہونے کی وجہ سے پڑھنے پر ثواب کی بجائے الٹا گناہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے۔ ایسے بدترین فتنہ سے عوام کو بچانے کے لئے اس مبارک مجموعہ میں مستند چالیس درود شریف دیئے گئے ہیں جن کے پڑھنے پر دنیا وآخرت کی خیر وبرکات سے اپنا دامن سجایا جا سکتا ہے۔ جن مستند کتابوں سے یہ مضامین و وظائف لئے گئے ہیں ان سب کی فہرست آخر میں دے دی گئے ہے تا کہ بوقت ضرورت مراجعت ہو سکے۔''

مستند مجموعہ وظائف: بیت العلم ٹرسٹ کراچی نے خاص قرآنی سورتوں سمیت مسنون دعاؤں، حل مشکلات کے لیے مجرب وظائف، آسیب جادو وغیرہ سے حفاظت کے مجرب نسخے، اسمائے حسنیٰ اور اسم اعظم، چہل ربنا مع طریقہ صلاۃ التسبیح وغیرہ پر مشتمل مجموعہ شائع کیا ہے۔ جس پر حضرت مفتی نظام الدین شامزئی شہید رحمۃ اللہ علیہ کی تصدیق بھی موجود ہے۔

سیرت محمدی ﷺ دعاؤں کے آئینے میں: یہ سید ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ (متوفی 1999ء) کی تصنیف ہے۔ اس میں رسول اللہ ﷺ کی ان دعاؤں اور مناجاتوں کے ان پہلوؤں کو واضح اور نمایاں کیا گیا ہے اور ان کی ان حکمتوں اور اعجازی خصوصیات کی طرف متوجہ کیا گیا ہے، جن سے سیرت نبوی ﷺ کا ایک اہم باب اور اس کی عظمت ایک نئے اسلوب سے سامنے آتی ہے اور ایک مسلمان کے ایمان ویقین میں اضافہ ہوتا ہے، اور ایک سلیم الطبع اور غیر متعصب انسان اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

ان کے علاوہ کتب خانوں نے بھی مستند دعاؤں پر مشتمل رسائل وکتب شائع کیے ہیں مثلا: کتب خانہ فیضی لاہور نے **''مسنون دعائیں''** کے نام سے رسالہ شائع کیا جسے عمدہ طباعت کے ساتھ مکتبۃ البشریٰ کراچی نے بھی شائع کیا ہے، مکتبہ رحمانیہ لاہور نے **''مجموعہ وظائف''** کے نام سے مجموعہ شائع کیا ہے۔

ماہ وسال

ماہِ رمضان کی برکات وخصوصیات

مولانا محمد منظور نعمانیؒ

يَا بَاغِيَ الخَيْرِ أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ

نیکی کے طالب اور متلاشی! قدم بڑھا کے آ، اور اے بدی اور معصیت کے شائق! آگے نہ بڑھ، رک جا!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان مبارک کی برکات اور خصوصیات بیان کرتے ہوئے ایک موقع پر فرمایا کہ اس مبارک مہینہ کی ہر رات میں اللہ کا منادی ندا لگاتا ہے "يَا بَاغِيَ الخَيْرِ أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ!" رواہ الترمذی وابن ماجہ)

جس کے پاس اعلیٰ قسم کی دوربین ہو، وہ سینکڑوں میل تک دیکھ لیتا ہے، جب کہ اُس کے بغیر وہ دو میل تک بھی نہیں دیکھ سکتا اور جس کے پاس دور تک کی آوازیں سننے کا سامان ہو وہ ہزاروں میل کی آوازیں سن لیتا ہے، جب کہ اس کے بغیر وہ دیوار کے پیچھے کی آواز بھی نہیں سن سکتا، اسی طرح اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو اور کبھی کبھی اپنے بعض دوسرے خاص بندوں کو بھی ملاء اعلی اور عالمِ غیب کی وہ آوازیں سنوا دیتا ہے جن کو عام لوگ نہیں سنتے اور نہیں سن سکتے۔

بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع برحق ہے، ہمارے وہ کان نہیں جن سے ہم ملاء اعلیٰ کی آوازیں سن سکیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے جن کو سنانا چاہا انہوں نے رمضان مبارک کی راتوں میں منادئ غیب کی یہ ندا سنی: يَا بَاغِيَ الخَيْرِ أَقْبِلْ، وَيَا بَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِر! اور ظاہر ہے کہ ندائے غیب کے سننے والوں اور رمضان مبارک کی آسمانی برکتوں اور روحانی لذتوں کے شناساؤں اور تجربہ کاروں میں سب سے بلند مقام اس اطلاع کے دینے والے سید الانبیاء والمرسلین حضرت محمد

صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے، اسی لیے آپ کا یہ حال تھا کہ رمضان مبارک کے آتے ہی حق تعالیٰ کی طرف اور امورِ خیر کی طرف آپ کی توجہ بہت زیادہ بڑھ جاتی، گویا رمضان کا مہینہ آپ کی روح مبارک کے لیے "موسمِ بہار" ہوتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے:

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوں تو ہمیشہ ہی اور اپنی فطرت ومزاج کے لحاظ سے لوگوں کے لیے سراپا جودوسخا تھے، لیکن بالخصوص رمضان مبارک میں یہ صفت بہت ہی بڑھ جاتی تھی"۔ (رواہ البخاری ومسلم)

رمضان مبارک کے دنوں میں آپ روزے رکھتے اور تلاوت قرآن اوراسی طرح کے دوسرے اعمال واشغال میں مشغول رہتے اور رات کا بڑا حصہ اللہ تعالیٰ کے حضور قیام وقعود اور رکوع وسجود میں گزارتے، اللہ کے بندوں کے ساتھ احسان، ان کی ہمدردی وغم خواری اور ان کی خدمت وخبر گیری کی طرف بھی آپ کی توجہ اس مہینہ میں بہت بڑھ جاتی، کبھی کبھی توجہ الی اللہ اور عبادت کا انہماک اتنا بڑھ جاتا کہ رمضان کی راتوں میں بھی کچھ نہ کھاتے کچھ نہ پیتے اوراسی طرح بے کھائے پیئے مسلسل اور متواتر روزوں پر روزے رکھے جاتے، جس کو شریعت کی اصطلاح میں "صوم وصال" کہتے ہیں اور سوائے اس "صوم وصال" کے (جن کی دوسروں کو اجازت نہیں تھی) یہ "صوم وصال" آپ کے خصائص میں سے ہے، دوسروں کو اس کی اجازت نہیں ہے، صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ میں مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح روزے رکھتے دیکھ کر بعض صحابہ کرام نے بھی ایسا کرنا شروع کردیا تھا، جب آپ کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ نے اُن کو اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس معاملہ میں کسی کو میری تقلید نہیں کرنی چاہیے، اللہ تعالیٰ کا میرے ساتھ ایک خاص معاملہ ہے، مجھے بے کھائے پیے اُس کی طرف سے غذا مل جاتی ہے، تم میں کون ایسا ہے جس کے روح وقلب کو عالمِ غیب سے وہ غذا ملتی ہو؟

آپ اس مہینہ میں صحابہ کرام کو بھی تمام امورِ خیر، عبادت، ذکر وتلاوت، دعا واستغفار، خصوصاً راتوں کے قیام اور بندگان خدا پر صدقہ واحسان وغیرہ کی خاص طور سے ترغیب دیتے اور ہدایت

فرماتے۔اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مستقل خطبے کتب حدیث میں محفوظ ہیں، یہ سارے خطبے دراصل منادیٔ غیب کی ندا "یا باغي الخير أقبل" کی شرح اور توضیح ہیں۔اسی طرح رمضان مبارک میں معصیات اور منکرات ومکروہات سے روکنے کے لیے آپ خاص طور سے تنبیہات فرماتے تھے، اس سلسلہ میں مختلف موقعوں پر آپ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ سب دراصل اس ندائے غیب کے دوسرے جز "یا باغی الشر أقصر" کی تفصیل وتشریح ہے۔اب جب کہ ہماری زندگیوں میں ایک دفعہ پھر رمضان مبارک آیا ہے، آیئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس سلسلہ کے ترغیبی وترہیبی خطبات وارشادات کی آج پھر یاد تازہ کرلیں، آپ کے یہ خطبات وارشادات صرف صحابہ کرام ہی کے لیے نہیں تھے، بلکہ قیامت تک آنے والے اہل ایمان کے لیے تھے پہلے ایک مختصر، مگر جامع خطاب پڑھیے!

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ایک دفعہ جب رمضان المبارک آیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں سے ارشاد فرمایا:

> "لوگو! ماہ رمضان آگیا ہے، یہ بڑی برکت والا مہینہ ہے، اللہ تعالیٰ اس میں اپنے خاص فضل وکرم سے تمہاری طرف متوجہ ہوتا ہے، اپنی خاص رحمتیں نازل فرماتا ہے، خطائیں معاف کرتا ہے، دعائیں قبول فرماتا ہے اور اس مہینہ میں طاعات وحسنات اور عبادات کی طرف تمہاری رغبت اور مسابقت کو دیکھتا ہے اور مسرت ومفاخرت کے ساتھ اپنے فرشتوں کو بھی دکھاتا ہے۔پس اے لوگو! ان مبارک دنوں میں اللہ پاک کو اپنی نیکیاں ہی دکھاؤ (یعنی عبادات وحسنات کثرت سے کرو) بلاشبہ وہ شخص بڑا بدبخت ہے جو رحمتوں کے اس مہینہ میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہے۔" (رواہ الطبرانی)

اور اس مبارک مہینہ میں قولی وعملی معصیات ومکروہات سے بچنے اور پرہیز کرنے کی تاکید فرماتے ہوئے ایک موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

> جو شخص روزہ کی حالت میں جھوٹ اور بیہودہ باتوں اور غلط اور بیہودہ اعمال سے پرہیز نہ کرے تو اللہ کو اس کے بھوکے اور پیاسے رہنے کی کچھ پرواہ نہیں۔(رواہ البخاری)

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا:

’’جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو اسے چاہیے کہ وہ کوئی بیہودہ حرکت اور بیہودہ بات نہ کرے اور غصہ اور تیزی میں زور سے بھی نہ بولے اور اگر کوئی دوسرا آدمی اس کے خلاف گالی بازی کرے اور لڑنا چاہے تو کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں۔‘‘

اور جو لوگ روزے کی حالت میں بھی خرافات اور معصیات سے پرہیز اور احتیاط نہ کریں، ان کے بارے میں آپ نے فرمایا:

’’کتنے ہی روزہ دار ہیں کہ ان کے روزوں کا حاصل بھوک پیاس کے سوا کچھ نہیں اور کتنے ہی شب زندہ دار ہیں جن کی راتوں کی نمازوں کا حاصل اور نتیجہ رات کے جاگنے اور نیند خراب کرنے کے سوا کچھ نہیں۔‘‘ (رواہ الدارمی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ ان میں ہمارے لیے کیا ہدایت اور ہم سے کیا مطالبہ ہے، یہ مبارک مہینہ خاص طور سے تطہیر اور تزکیہ کا مہینہ ہے، گناہوں سے توبہ اور استغفار کا مہینہ ہے، اللہ سے مانگنے اور اس کے حضور میں رونے کا مہینہ ہے، اپنے کو جنت اور اللہ تعالیٰ کی خاص رضا و رحمت کا مستحق بنا لینے کا مہینہ ہے، جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، واقعہ یہی ہے کہ جو کوئی اس ماہ رحمت میں بھی اللہ کی رحمت و مغفرت کے فیصلہ سے محروم رہا وہ بڑا ہی بے نصیب اور بدبخت ہے:

”يَابَاغِيَ الخَيْرِ أَقْبِلْ،

وَيَابَاغِيَ الشَّرِّ أَقْصِرْ“

☆......☆......☆

اصلاحِ معاشرہ

بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہوجا!

مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی

[حضرت مولانا مفتی محمد مسعود عزیزی ندوی ،رئیس مرکز احیاء الفکر الاسلامی، مظفرآباد، سہارنپور، جید عالم دین، شفیق اتالیق، کامیاب مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ منجھے ہوئے ادیب ،محبوب قلمکار، اردو، عربی اور انگریزی کی دسیوں کتابوں کے مصنف اور ماہنامہ نقوشِ اسلام کے مدیرِ شہیر ہیں۔النخیل کے لیے لکھی گئی ان کی تحریر پیشِ خدمت ہے۔ان شاءاللہ ان کی تحریریں النخیل کی زینت بنتی رہیں گی۔ادارہ]

اللہ تعالی نے انسان کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا فرما کر دنیا کو آباد کر دیا اور انسان کے قبائل اور خاندان بنادیئے اور آپس میں ایک دوسرے سے جڑنے، تعلق قائم رکھنے کیلئے قرابت داریاں، رشتہ داریاں، نسبی اعتبار سے اور دینی اعتبار سے قائم فرمادیں تا کہ ایک دوسرے کو پہچانے اور معلوم ہوجائے کہ کس خاندان کا ہے، کس قبیلے کا ہے، اور معاشرت و معیشت کا رہن سہن کا طور طریق بتلادیا، دینی اعتبار سے بھی اس کو خود کفیل کر دیا اور دنیوی اعتبار سے بھی، روحانی طور پر بھی اس کو بہت کچھ دیا اور مادی اعتبار سے بھی، زندگی گزارنے کے لیے پورا دستور حیات بھی اس کو دیا، اور اس کا نفاذ بھی کر کے دکھایا، جن لوگوں نے اس دستور کے مطابق حیات عزیز کے لمحات کو گزارا، ان پر کیسے انعامات ہوئے ،کیسی نوازشیں ہوئیں، یہ بھی اہل دنیا کے سامنے پیش کر دیا اور جن لوگوں نے اس قانون سے روگردانی کی، ان پر عتاب ہوا، اور وہ کیسے عذاب الہی کی پکڑ میں آئے، اس کے نمونے بھی انسانی دنیا کے سامنے پیش کر دیئے، سب کچھ اس انسان کے لیے کرنے کے بعد اس کیلئے ہدایت نامہ یہ جاری

ہوا: ''کُنْ فِیْ الدُّنْیَا کَأَنَّکَ غَرِیْبٌ أَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ '' کہ ''اس دنیا میں مسافر کی طرح رہو'' کیونکہ یہ دنیا محض گزرگاہ ہے، جو بھی یہاں آیا اسے ضرور جانا ہے ؎

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے ☆ یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

دوسرا ہدایت نامہ یہ بھی ہے: ''وَ کُوْنُوْا عِبَادَ اللّٰہِ اِخْوَاناً'' کہ ''آپس میں بھائی بھائی بن کر رہو'' اور ایک یونیٹی Unity بن جاؤ، ایک وحدت ہو جاؤ۔

مگر آج کل حالات مشاہد ہیں کہ یہ سب باتیں ہماری تقریروں، تحریروں، بحث ومباحثے اور عام بول چال میں سما کر رہ گئیں، عملی زندگی میں ان ہدایات وتعلیمات کا کوئی دخل اور اثر نہیں، خود ان ہدایتوں کی تذکیر کرنے والے اپنے کردار سے ان کی مخالفت کرتے ہیں، زبان قال سے نہ سہی بلکہ زبان حال ان کی ترجمانی کرتی نظر آتی ہے، اس وقت دنیا کی جو صورت حال ہے، اس میں نہ صحافت کا اتنا قصور ہے اور نہ ہی غیروں کی ریشہ دوانیوں کا اتنا بڑا کردار ہے، آج کمی ہے اپنے اندر ایثار کی، حقیقت پسندی کی، دوسرے کے تئیں عدم اعتراف وتقدیر کی اور امت کے طبقۂ خاص کی آپسی چپقلش کی اور ایک دوسرے کے تئیں مخلص نہ ہونے کی بلکہ ایک دوسرے کے درپئے آزار ہونے کی، ایک دوسرے سے بغض وحسد کی، کینہ کپٹ کی اور اپنی الگ الگ ٹولیوں کی، اسی وجہ سے نہ ملت کی فکر، نہ امت کا درد، نہ وحدت کی سوچ، نہ اتحاد کا جذبہ، نہ دینی اعتبار سے نہ دنیوی اعتبار سے، اگر فکر ہے تو بس اپنی ٹولی کی، اپنی پارٹی کی، اپنے گروہ اور اپنی جماعت کی، اپنی انجمن اور اپنے ادارے کی، اپنا چراغ جلانے کی، دوسرے کا چراغ بجھانے کی، اپنا گھر آباد کرنے کی، دوسرے کا گھر اجاڑنے کی، باقی بھاڑ میں جائے پوری ملت، پوری قوم، ہماری کرسی محفوظ، سب محفوظ، ہماری کرسی خطرے میں، سب خطرے میں، ہم عیش وراحت میں، تو سب عیش وراحت میں، ہم بیمار تو سب بیمار، ہم صحیح، تو سب صحیح، ساری فکر اور ساری تڑپ اپنے، اپنی، ہم اور ہماری تک محدود ہو کر رہ گئی۔

حالانکہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اَلْمُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِ کَالْبُنْیَانِ، یَشُدُّ بَعْضُہٗ

بَعْضاً'' کہ ''ایک مومن دوسرے مومن کے لیے ایک عمارت کی طرح ہے'' اورانسان کے اعضاء کی طرح ہے، اگر جسم کے کسی ایک عضو کو کوئی تکلیف ہوتو جسم کے دوسرے اعضاء اس کی تکلیف محسوس کرتے ہیں ''مَثَلُ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي تَوَادِّهِمْ وَتَرَاحُمِهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ الْوَاحِدِ، إِذَا اشْتَكىٰ مِنْهُ عُضْوٌ، تَدَاعَى لَهُ سَائِرُ الْجَسَدِ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى ''مسلمانوں کی مثال آپس میں ایک دوسرے سے محبت کرنے میں، ایک دوسرے پر رحم کرنے میں ایک دوسرے کے ساتھ لطف وکرم کرنے میں ایک جسم کے مانند ہے کہ اگر جسم کے کسی عضو کو کوئی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم بخار اور بے خوابی کی کیفیت محسوس کرتا ہے، اگر اس وقت پوری دنیا کے مسلمان اس حدیث کو عملی طور پر اپنا لیں اور صرف تقریر وتحریر کی حد تک اس پر اکتفا نہ کریں بلکہ عملاً زندگی کا اس کو جز بنالیں تو دنیا کا نقشہ ہی کچھ اور ہو، دنیا کی ساری حکومتیں، ساری طاقتیں مسلمانوں کی غلام ہوں، اور راقم یہ سمجھتا ہے کہ جس حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُحِبَّ لِأَخِيْهِ مَا يُحِبُّ لِنَفْسِهٖ'' اپنے بھائی کے لیے وہی پسند کرو، جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، خاص طور سے امت کا طبقہ خاص اس پر عمل کرلے اور طبقہ خاص سے راقم آثم کی مراد اہل علم حضرات ہیں اور وہ صد فیصد قولاً، فعلاً اور عملاً پکے مومن بن جائیں تو دنیا مسلمانوں کے قدم چومیں گی اور یہ میں نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ قرآن کہہ رہا ہے: ''وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ'' کہ تم ہی سربلند ہوگے اگر تم پکے سچے مسلمان ہو اور یہاں اس کی نفی نہیں ہے کہ یہ امت بانجھ ہوگئی اور اب کوئی صد فیصد مسلمان نہیں بلکہ دنیا میں ایسے عظیم لوگ موجود ہیں، جن کے وجود پاک سے ابھی دنیا کا نظام برقرار ہے، یہ شکایت عام مسلمانوں اور عام اہل علم حضرات کی ہے اور قرآن حکیم کا یہ اعلان بھی اس وقت ہے، جب سو فیصد مسلمان اسلام میں سو فیصد داخل ہوجائیں۔

آج مسلمانوں میں اتحاد نہیں، علماء دین میں اتفاق نہیں، مکاتب فکر الگ الگ، یہ فلاں، وہ فلاں، یہ ہمارا مدرسہ، وہ ان کا مدرسہ، یہ ان کی مسجد، وہ ہماری مسجد، ہم فلاں جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، یہ فلاں جماعت سے، یہ ہمارے شیخ اور ہمارے بزرگ ہیں اور وہ تمہارے شیخ اور تمہارے

بزرگ ہیں، ہماری برادری یہ ہے، تمہاری برادری وہ ہے، ہم اونچے ہیں، تم نیچے ہو، ہم یہ ہیں تم وہ ہو ’’لاحول ولاقوۃ الا باللہ العظیم‘‘۔

مسلمانو! اگر دنیا میں اپنے وجود کو باقی رکھنا چاہتے ہو تو اب وقت اتنی ٹولیوں میں تقسیم ہونے کا نہیں رہا، اب خدا کے واسطے ایک ہوجاؤ، ایک دوسرے کے حقیقی غمگسار ہوجاؤ، ایک دوسرے کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد سمجھو، ایک دوسرے کی ڈوبتی کشتی کو سہارا دو، دین کے سارے مدارس، ساری مساجد، ساری خانقاہیں اور سارے مکاتب فکر کو ایک ہی سمجھو اور اپنا ہی سمجھو، ایک دوسرے کا ہاتھ بٹاؤ اور ایک ملت میں گم ہوکر امت کے بکھرے ہوئے شیرازے کو یکجا کرلو، جو باہم دست وگریباں ہیں ان میں الفت ومحبت کے بیج بودو، سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ مسلکی اختلافات کو ہوا مت دو! اس وقت ملت جس دوراہے پر کھڑی ہے، شدید ضرورت ہے اس کے درد کو سمجھنے کی، امت کی ضرورت کو سمجھنے کی، اور یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ کے یہاں اجارہ داری نہیں، اللہ ہمارا محتاج نہیں، وہ جب کام لیتا ہے تو ابابیل سے لیتا ہے، اس نے صاف فرمادیا: ’’وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْماً غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُمْ‘‘ کہ اگر تم نے روگردانی کی (تم نے نہیں مانا) تو وہ تمہاری جگہ دوسری قوم کو کھڑا کردے گا پھر وہ تمہاری طرح نہیں ہوگی‘‘ اور یہ بھی سن لو کہ دشمن تمہاری گھات میں ہے، تمہیں صفحۂ ہستی سے مٹانے کے درپے ہے اور تمہاری اینٹ سے اینٹ بجوانے کے چکر میں ہے، بس تم ایک ہوجاؤ اور گروہی بتوں کو توڑ دو، اللہ کی رسی کو مظبوطی سے پکڑلو، اللہ ہی ہم سب کا محافظ اور نگہبان ہے:

ایک ہوجائیں تو بن سکتے ہیں خورشید مبیں
ورنہ ان بکھرے ہوئے تاروں سے کیا بات بنے

☆......☆......☆

کار جہاں بینی

صلاحیت وصالحیت کی بنیاد پر تقرریاں وترقیاں

مفتی عبدالرؤف غزنوی صاحب

[حضرت مفتی عبدالرؤف غزنوی صاحب دارالعلوم دیوبند کے سابق استاذ رہے ہیں، چند سال پہلے پاکستان تشریف لائے اور ان دنوں پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی میں استاذِ حدیث ہیں، یہ مضمون ان کے سفرنامہ دیوبند کا حصہ ہے۔ افادہ کی غرض سے شائع کیا جارہا ہے۔ ادارہ]

دارالعلوم دیوبند کو اللہ تعالیٰ نے گوناگوں خصوصیات وخوبیوں سے نوازا ہے، ان خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ صرف صلاحیت وصالحیت کی بنیاد پر تقرریاں ہوتی ہیں اور اسی بنیاد پر ترقیاں ملتی ہیں۔ نسب، رشتہ داری اور علاقائیت کو اہمیت نہیں دی جاتی۔ اس بات کی ایک واضح نشانی یہ ہے کہ اس وقت منصبِ اہتمام پر فائز حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم نعمانی صاحب کا تعلق ضلع ''بنارس'' سے ہے، ان کے نائب جناب مولانا عبدالخالق صاحب مدراسی کا تعلق ''مدراس'' (چینائی) سے ہے، شیخ الحدیث وصدرالمدرسین حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم کا تعلق ''گجرات'' سے ہے۔ انتظامی اور علمی اعلیٰ مناصب پر فائز ان تینوں حضرات میں سے کسی کا بھی دارالعلوم کے اکابرین جیسے حضرت نانوتوی، حضرت گنگوہی، حضرت شیخ الہند، حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیری، حضرت مدنی، حضرت شیخ الادب، حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا ابراہیم بلیاوی قدس اللہ اسرارہم وغیرہ کے خاندانوں سے کوئی نسبی تعلق نہیں، جس سے تقرریوں اور ترقیوں سے متعلق دارالعلوم کے مزاج کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ اس سفر میں دارالعلوم دیوبند کے نظام سے متعلق ایک قابل صد تحسین نیا معمول میرے علم میں آیا جس نے مجھے بے حد متأثر کردیا، اور وہ یہ کہ سابق مہتمم حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۱۴۳۲ھ) نے اقربا پروری کے سدباب کے لیے اپنے دورِ اہتمام کے آخری سالوں میں یہ معمول بنایا تھا کہ دارالعلوم کے کسی استاذ محترم کے کسی فرزندارجمند کو، جب تک کہ ان کے والد دارالعلوم میں تدریس سے وابستہ ہوں، دارالعلوم کا مدرس نہیں بنایا جائے گا۔

اس معمول سے متعلق احقر نے اطمینان حاصل کرنے کے لیے حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی موجودہ مہتمم دارالعلوم دیوبند سے ان کے دونوں نائبین کی موجودگی میں دفترِ اہتمام کے اندر جب دریافت کیا تو انہوں نے تصدیق کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ معمول حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب کے زمانے سے جاری ہے اور چونکہ سب کو اس معمول کے بارے میں علم ہے اور اس کے مطابق تعامل برقرار ہے، اس لیے اس کو چیلنج بھی نہیں کیا جاتا، ہاں! اتنی بات ضرور ہے کہ اس تعامل کو باضابطہ اور تحریری طور پر دستور کا حصہ نہیں بنایا گیا ہے۔

اس تعامل کا عملی مشاہدہ راقم نے اس طرح بھی کیا کہ موجودہ اساتذۂ دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادگان میں سے کسی کو دارالعلوم دیوبند کی تدریس پر فائز نہیں دیکھا، حالانکہ ان میں سے کئی صاحبزادگان کو میں بھی ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ ان میں صلاحیت وصالحیت دونوں موجود اور دارالعلوم کے مایۂ ناز فضلاء میں سے ان کو شمار کیا جاسکتا ہے، مثال کے طور پر جناب مولانا مفتی محمد سلمان منصور پوری صاحب استاد حدیث ومفتی جامعہ قاسمیہ شاہی مرادآباد جو جناب مولانا قاری محمد عثمان صاحب منصور پوری استاد حدیث دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے اور شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کے نواسے ہیں، میں ان سے اس وقت سے واقف ہوں جب وہ دارالعلوم کے طالب علم تھے، احقر کا اس وقت مدرس کی حیثیت سے تقرر ہوچکا تھا۔ مجھے یاد ہے کہ وہ امتحان میں اکثر پوزیشن لیتے تھے اور اساتذۂ کرام ان کی صلاحیت وصالحیت کے قائل تھے۔ دارالعلوم سے فراغت کے بعد سے لے کر آج تک ایک لائق وفائق مفتی، کامیاب مدرس اور بہترین مصنف کی حیثیت سے کام کررہے

ہیں اور صلاحیتوں میں خوب اضافہ بھی ہوا ہے اور دارالعلوم دیوبند میں ایک کامیاب مدرس کی حیثیت سے کام کر سکتے ہیں، لیکن چونکہ ان کے والد محترم دارالعلوم کے مدرس ہیں، اس لیے ان کو وہاں پر تدریس کا موقع نہیں دیا جاسکتا، چنانچہ وہ ابتداء سے آج تک جامعہ قاسمیہ شاہی مراد آباد میں مفتی ومدرس کے طور پر کام کر رہے ہیں۔

اسی طرح جناب مولانا حسین احمد پالن پوری صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند جو کہ حضرت الاستاذ مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری دامت برکاتہم کے صاحبزادے ہیں، ایک کامیاب مدرس واستاد حدیث، باعمل وباصلاحیت عالم دین اور ''تحفة الألمعي شرح سنن الترمذي'' اور ''تحفة القاري شرح صحيح البخاري'' کے مرتب ہیں، لیکن چونکہ ان کے والد ماجد دارالعلوم کے مدرس ہیں، اس لیے نہ ان کو اور نہ ہی حضرت الاستاذ کے دوسرے صاحبزادوں میں سے کسی کو دارالعلوم میں تدریس کا موقع دیا گیا۔

ان کے علاوہ جناب مولانا سید امجد مدنی صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم کے صاحبزادے اور شیخ الاسلام حضرت مدنی قدس سرہٗ کے پوتے ہیں، موصوف بھی ایک متقی اور باکمال مدرس اور ایک سنجیدہ وعلمی ذوق رکھنے والے عالم ہیں۔ علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''نخب الأفكار فی تنقيح مباني الأخبار'' کی تحقیق میں حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب زید مجدہم کے معاون بھی رہے ہیں، لیکن ان کو بھی اس لیے دارالعلوم دیوبند میں تدریس کا موقع نہیں مل سکا کہ ان کے والد ماجد دارالعلوم کے مدرس ہیں۔ حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے اس معمول کے مطابق خود عمل کیا، چنانچہ اپنے صاحبزادے جناب مولانا انوار الرحمن صاحب فاضل دارالعلوم دیوبند (جن کی شرافت، تقویٰ، سنجیدگی، معاملہ فہمی اور خوش اخلاقی سے ان کا ہر جاننے والا واقف ہے) کو انھوں نے اپنے تیس سالہ دورِ اہتمام میں نہ نائب مہتمم بنایا اور نہ ہی دارالعلوم کے کسی بھی شعبہ سے وابستہ کرنے کی کوشش کی، اور مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ حضرت مولانا مرغوب الرحمن صاحب قدس سرہ کا یہ معمول

متعارف کرانا ان کی نجات ورفعِ درجات کا سبب بنے گا۔ دارالعلوم دیوبند کے اس تعامل سے اگر کسی کے ذہن میں یہ آتا ہے کہ اس سے دارالعلوم کو بعض باصلاحیت اور اس کے مزاج وماحول سے واقف لوگوں کی صلاحیتوں سے فائدہ اٹھانے کا موقع نہیں ملے گا تو میں ان کی خدمت میں یہ عرض کرتا ہوں کہ صرف چند متعین اشخاص سے متعلق اور وہ بھی ایک محدود وقت کے لیے دارالعلوم کو اگر استفادہ کا موقع نہ بھی ملے تو یہ اتنا بڑا نقصان نہیں جتنا نقصان اقربا پروری کے راستے کھول دینے کی صورت میں محتمل ہے۔

بہرصورت! دارالعلوم کی بے نظیر ترقی میں احقر کی نظر میں (غور کرنے کے بعد) بنیادی کردار مذکورہ پانچ اسباب نے ادا کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ دارالعلوم اور اس کی دینی خدمات کا سلسلہ تا روزِ قیامت جاری وساری رکھیں، آمین۔

دیگر مدارس کے ذمہ داران کو بھی دارالعلوم دیوبند کی پیروی کرنی چاہیے: دارالعلوم دیوبند کو پوری دنیا میں اور بالخصوص برصغیر میں پھیلے ہوئے دینی مدارس کے ذمہ داران، اساتذۂ کرام اور طلبہ اپنی مادرِ علمی تصور کرتے ہیں اور اس سے بے پناہ محبت کا اظہار کرتے ہیں، لہٰذا ان کو چاہیے کہ دارالعلوم سے ان کی محبت صرف زبان تک محدود نہ ہو، بلکہ اکابرین دارالعلوم کے نقشِ قدم پر چلنے اور ان کے طریقۂ کار اور قائم کردہ اصولوں کی پیروی کو اپنا شعار بنالیں، اخلاص وتقویٰ، محنت وسادگی، بااختیار شورائی نظام قائم کرنے اور صلاحیت وصالحیت کی بنیاد پر تقرریوں اور ترقیوں کا اہتمام فرمالیں۔ سہولت پسندی، نام ونمود، غیرضروری مصروفیات اور بالخصوص اقربا پروری سے اجتناب فرمالیں۔ اس لیے کہ اس صورت میں دینی ادارے ترقی کے بجائے پیچھے کی طرف سفر کرنا شروع کرنے لگتے ہیں اور لوگوں کا اعتماد آہستہ آہستہ ختم ہونے لگتا ہے، اور ذمہ داران کو یہ بات بھی ہمیشہ ذہن میں رکھنی چاہیے کہ یہ مدارس کسی کی ذاتی ملکیت نہیں، بلکہ عام مسلمانوں کی امانت ہیں، جن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے ان پر عائد کردی ہے، اور قیامت کے دن اس امانت کے ہر ہر پہلو سے متعلق ذمہ داران حضرات کو جواب دینا ہوگا۔

تعلیم و تربیت

کتاب سے محبّت کرو

رضا علی عابدی

[رضا علی عابدی ایک پاکستانی سفرنامہ نگار، صحافی، مصنف اور محقق ہیں۔ عمر کا ایک عرصہ بی بی سی اردو ریڈیو میں گزارا۔ کئی کتب کے مصنف و مؤلف ہیں، جن میں کتابیں اپنے آباء کی، ہمارے کتب خانے، جرنیلی سڑک، ریل کہانی، اردو کا حال، پرانے ٹھگ، ریڈیو کے دن وغیرہ مشہور ہیں۔ کتاب سے متعلق ان کا یہ تازہ کالم نذر قارئین ہے۔ ادارہ]

ابھی کچھ روز ہوئے دنیا نے کتاب کا دِن منایا۔ ہم نے ملک تیونس کی ایک تصویر دیکھی، یومِ کتاب کے موقع پر تعلیمی اداروں کے لڑکے لڑکیاں تیونس کی شاہراہ بورقیبہ کے درمیانی فٹ پاتھ پر بیٹھ کر کتابیں پڑھتے ہیں۔ ذرا تصور کیجئے، یہاں سے وہاں تک، تاحدِ نگاہ جوان لڑکے لڑکیاں کتابیں کھولے بیٹھے ہیں اور انہماک سے سر جھکائے پڑھ رہے ہیں۔ یہ دنیا والوں کے لئے پیغام کا ڈھنگ ہے کہ کتاب سے محبت کرو اور اُس سے بڑھ کر یہ کہ کتاب کا احترام کرو۔ بعد میں ہم نے ٹیلی وژن پر دیکھا، دنیا بھر میں کتاب کا دن منایا گیا۔ ہمارے شہر ملتان میں قائداعظم میڈیکل کالج میں بھی یہ دن منایا گیا اور ادارے کے نہایت قابل اور مقبول سربراہ ڈاکٹر جاوید اقبال نے کتاب کے موضوع پر بہت ہی خیال افروز خطبہ دیا۔

ہمارے معاشرے میں کتاب کو ہمیشہ بہت اہمیت حاصل رہی ہے۔ کتاب سے محبت کی نشانیاں ہم نے اُن لوگوں کے ہاں دیکھیں جو کتاب کو عزیز از جان تصور کرتے ہیں۔ مجھے ملتان کے لطیف الزماں خاں مرحوم ہمیشہ یاد رہیں گے جن کے پاس غالب کے موضوع پر کتابوں کا بڑا ذخیرہ جمع تھا۔

میں خاص طور پر اُن کے گھر گیا اور دیکھا کہ سینکڑوں کتابوں پر کاغذ چڑھا کر بڑے سلیقے سے آراستہ کر رکھا ہے۔ اوپر سے یہ کہ ہر کتاب کا ریکارڈ محفوظ ہے کہ کہاں رکھی ہے اور لمحہ بھر میں کیسے نکالی جائے۔ خود چونکہ نہایت خوش خط تھے، کتابوں کا رجسٹر دیکھنے کے قابل تھا۔

سنا ہے غالبیات پر ویسا ہی ذخیرہ آنجہانی کالی داس گپتا رضا کے پاس بھی تھا۔ وہ چونکہ بمبئی میں تھا، میں وہاں تک نہ پہنچ سکا۔ میرا تو ایمان ہے کہ کتاب پڑھنا تو خیر دنیا کی بڑی نیکی ہے، کتابوں پر نگاہ کرنا بھی کسی عبادت سے کم نہیں۔ مجھے یہ شرف حاصل رہا ہے کہ کتابوں کی زیارت کے لئے میں نے دور دور کے سفر کئے اور نہ پوچھئے کیا کیا دیکھا۔ میرے بڑے دورے کا مرکزی خیال ہی یہ تھا کہ دیکھیں بزرگوں کی چھوڑی ہوئی کتابیں کہاں اور کس حال میں ہیں۔ کہیں تو یوں رکھی تھیں کہ جیسے پلکوں سے جھاڑ پونچھ کر سجائی گئی ہوں، کہیں کتابیں نڈھال پڑی تھیں، کہیں دیواروں پر دیمک نے آمدورفت کے رستے تراشے ہوئے تھے، کہیں معلوم ہوا کہ چند روز پہلے تک بڑا ذخیرہ رکھا تھا لیکن مقدس جان کر اُنہیں دریا میں بہا دیا گیا۔ ایک جگہ کسی نے کتابوں کا ذخیرہ پلاسٹک کے تھیلوں میں باندھ کر کنویں میں ڈال دیا تھا، جھنڈیر لائبریری والوں نے کنویں میں اتر کر نکالیں تو اُن میں ایک سے ایک نادر اور نایاب کتابیں تھیں جو شکر ہے کہ اب محفوظ ہیں۔ میں نے کتابوں کے کتنے ہی ذخیروں کا نوحہ سنا جو محفوظ تھے مگر آگ کی نذر ہو گئے اور پانی اور سیلاب میں تباہ ہونے والے کتنے ہی ذخیروں کے مزار تو میری یہ آنکھیں دیکھ چکی ہیں اور میری ہتھیلیاں کتنے ہی آنسو جذب کر چکی ہیں۔

اگلے وقتوں کے لوگ بڑے پیارے اور بھولے تھے۔ اُس وقت اُن پر ٹوٹ کے پیار آتا ہے جب پرانی کتابوں پر لکھا دیکھتا ہوں "جس کتاب پر مصنف کے دستخط نہ ہوں اُسے جعلی تصور کیا جائے۔" اور بزرگوں کی اِس ادا پر تو صدقے واری جانے کو جی چاہتا ہے جب قدیم کتابوں پر لکھا ہوتا ہے "اے دیمک کے بادشاہ، تجھے نہ جانے کس کی قسم کہ اِس کتاب کو اپنی خوراک نہ بنانا"۔ کیسے زمانے تھے جب امراء اور رؤسا دور دراز کے سفر پر نکلتے تھے تو اُن کی کتابوں کا ذخیرہ ساتھ چلا کرتا تھا۔

جس زمانے میں ہندوستان کے نواب، راجا اور مہاراجا اپنے کتب خانے پر ناز کیا کرتے تھے اور چونکہ دولت بہت تھی، دنیا بھر کی نادر اور نایاب کتابیں کھنچی کھنچی ہندوستان چلی آتی تھیں۔ تاتاریوں نے جو لاکھوں کتابیں دریا میں پھینکی تھیں، اُن میں سے بچائی جانے والی کچھ کتابیں پٹنہ کی لائبریری میں محفوظ ہیں، اِسی طرح ہسپانیہ میں عربوں کے دیس نکالا کے بعد عظیم الشان کتابوں کے جو الاؤ جلائے گئے تھے، اُن میں ادھ جلی کتابیں رام پور تک آ گئی تھیں۔ بھوپال تو علم کا گہوارہ تھا، وہاں کے شاہی محل میں نہ جانے کتنی کتابیں آج تک رکھی ہیں، پتا نہیں سلامت ہیں یا نہیں، حیدر آباد دکن کے محل میں تو نایاب کتابوں سے بھری الماریاں رکھے رکھے خاک ہو گئیں۔ اب کوئی کہاں تک ماتم کرے اور کتنے آنسو بہائے۔ میں اکثر کہا کرتا ہوں کہ ہم سب کی طرح کتابوں کے بھی مقدر ہوتے ہیں۔ اُن کے حق میں بھی دعا کی جا سکتی ہے۔

پاکستان کے کچھ شہروں میں خاص طور پر کراچی اور لاہور میں پرانی کتابوں کے بازار لگانے کا جو سلسلہ چلا ہے، کوئی کچھ بھی کہے، کتابوں کے حق میں اچھا ہوا ہے۔ اُن بازاروں میں اُن گھروں کی کتابیں بکنے آتی ہیں جہاں گھر والوں کو اُن کی قدر و قیمت کا احساس نہیں اور جہاں اُن کے پڑھنے اور قدر کرنے والے بھی کوئی نہیں۔ بازار میں آ کر یہ کتابیں کچھ بھی ہو قدر دانوں کے ہاتھوں میں پہنچ جاتی ہیں اور ردّی، آگ یا پانی کی نذر نہیں ہوتیں۔ کچھ لوگوں نے تو فٹ پاتھوں سے خریدی ہوئی کتابوں کے ایسے ایسے ذخیرے کر لئے ہیں کہ رشک آتا ہے۔ یہی نہیں، کچھ احباب نادر کتابوں کو از سرِ نو چھاپ رہے ہیں اور اُن مرحومین کو حیاتِ نو عطا کر رہے ہیں۔ یہ بھی بڑی نیکی کا کام ہے، یہ لوگ اُن کتابوں سے روپیہ پیسہ کمائیں یا نہ کمائیں، ہم جیسوں کی دعائیں ضرور کماتے ہیں۔

آپ کو ہو نہ ہو، مجھے یقین ہے، کتاب بھی دھیمے لہجے میں سہی، قدر کرنے والوں کو دعا ضرور دیتی ہے اور دعا بھی کسی درویش جیسی۔

☆......☆......☆

تعلیم وتربیت

آج کا مولوی اور انگریزی

مفتی ڈاکٹر عبید اللہ صاحب قاسمی

[دارالعلوم دیو بند کے سابق استاذ، معروف دانشور و قلم کار مفتی ڈاکٹر عبید اللہ صاحب قاسمی اسسٹنٹ پروفیسر دہلی یونیورسٹی کی دارالعلوم دیو بند کے شعبہ انگریزی زبان و ادب کے طلبہ کا تقریری امتحان لینے کے بعد تاثراتی تحریر۔ادارہ]

اب طنز کرنے والوں کی زبانیں گونگی ہو گئیں کیونکہ جن پر طنز کیا جاتا تھا انہیں وہ زبان آگئی جن کے نہ آنے سے انہیں کسی دوسرے سیارے کی نامانوس مخلوق، دقیانوس، تنگ نظر، نابالغ الفکر، طرزِ کہن کا اڑیل، ذہن و دماغ کا سڑیل، زمانے کی گردشوں سے ناواقف، تہذیبِ نو سے نابلد، جدید فلسفہِ حیات سے ناآشنا، اور دنیائے عجم کا ابوالعجم، مغرب کے آسمانِ فکر و فن تک رسائی نہ کر سکنے والا، گوروں کی زبانِ انگریزی سے جاہل سمجھا جاتا تھا۔

آج وہ گونگی مخلوق آسمانِ انگریزی پر کمندیں ڈال رہی ہے، اسے سیکھ رہی ہے اور اس انداز سے سیکھ کر اس پر قدرت حاصل کر رہی ہے، فراٹے دار تقریریں کر رہی ہے، ان کے قلم سے انگریزی مضامین اور تحریریں ڈھل ڈھل کر نکل رہے ہیں کہ ملامت کرنے والے اب یہ زبان ان کی زبان سے سنکر اپنے دانتوں میں انگلیاں دبائے جا رہے ہیں۔کل تک جو بھانت بھانت انداز سے طعنہ زن تھے آج وہ مہر بلب ہیں۔کل تک جو یہ کہتے تھے کہ مولوی کی کھوپڑی میں اتنی طاقتِ پرواز نہیں اور اس کے منہ میں ایسی زبان نہیں جو انگریزی جیسی عظیم الشان زبان کے تکلم اور اداء پر قادر ہو آج وہ اپنی

اس بچکانہ ادا پر پشیمان ہیں اور اپنے کہے پر منہ چھپا رہے ہیں۔ انہوں نے اب دیکھ لیا کہ یہ مولوی قوم جب انگریزی سیکھنے پر آئی تو اس میدان میں بھی اپنا لوہا منوالیا۔

انگریزی میں بہتیرے رسالے نکال ڈالے، مقالے رقم کر دیے، کتابوں پر کتابیں لکھ ڈالیں، کتابوں کے انگریزی ترجمے شائع کر دیے، عصری یونیورسٹیوں تک میں جا جا کر انگریزی میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کے تمغے اٹھا لے آئے، سات سمندر پار انگریزوں کے ملکوں تک میں جا کر ان کے بچوں کو نہیں چھوڑا اور انہیں انگریزی پڑھا کر ہی دم لیا، امریکہ وافریقہ کے ملکوں میں مسجدوں کے منبروں سے انگریزی میں اپنے جوہرِ خطابت سے دھوم مچا دی۔ بعضوں کو یہ حیرت ستا رہی ہے کہ ایسا محض دو سالوں کی تعلیم میں کیسے ممکن ہو گیا۔ انہیں یہ نہیں معلوم ہے کہ مدرسوں کی تعلیم جس محنت، جذبے، جاں فشانی سے یہ حاصل کرتے ہیں اور مدرسے کا نصاب انہیں رگڑ رگڑ کر جس طرح کندن بنا دیتا ہے ان کے لئے انگریزی سیکھ لینا اور اس میں مہارت حاصل کر لینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

مدرسوں کی عربی گردانوں کی تعلیم نے انہیں tenses پر کمانڈ حاصل کرنے کا طریقہ سکھا دیا، عربی الفاظ و معانی کو یاد کرنے کی مشق نے انگریزی vocabulary کی تحصیل کو بازیچۂ اطفال بنا دیا، عربی جملوں کی تراکیب کی مہارت نے گرامر کی غلطیوں سے فانوس بن کر حفاظت کر دی، عربی کتابوں میں حفظِ تعبیرات کی خُو نے انہیں idioms اور phrases کا خوگر بنا دیا، ہفت اقسام (لفیف، ناقص، اجوف وغیرہ) کے تحلیل و تجزیے نے انگریزی الفاظ اور ان کے مشتقات میں جھانک کر ان کی اصلیت کو پہچاننے کا skill فراہم کر دیا، عربی کے صلات سے واقفیت نے انگریزی کے نازک نگینۂ preposition کو سنبھالنے کا سلیقہ سکھا دیا، مدرسوں کے عربی گرامر نے انگریزی گرامر کے چیلنجز کو چٹکیوں میں حل کر دیا۔

آخر کوئی تو وجہ تھی کہ کیمبرج یونیورسٹی نے اپنے celta کورس کی سرٹیفکیٹ میں گرامر میں امتیازی حیثیت اپنے لندنی اسٹوڈنٹ کو لکھ کر نہیں دی، دہلی یونیورسٹی کے سینٹ اسٹیفن کالج کے انگریزی گریجویٹس کو نہیں دی بلکہ دار العلوم دیوبند کے دو فرزندوں کو یہ اعزاز بخشا۔ شاید یہی وجہ ہو کہ

وقت کے حکیم الامت بھی فرما گئے کہ اگر عربی کو اسلام کے لئے نہیں پڑھنا چاہتے ہو نہ پڑھو، اسے انگریزی کو بہتر کرنے کے ارادے سے ہی پڑھ لو تب بھی بڑا فائدہ ہوگا کہ عربی کی استعداد انگریزی کی استعداد کو بہتر کرنے کے لئے بے حد مفید ہے۔

اس کا عملی تجربہ دار العلوم دیوبند کے فرزند ادارہ مرکز المعارف نے کر کے دکھا دیا۔ محض دو سال کی مختصر مدت میں انگریزی کے حروف تک سے ناواقفوں کے لئے انگریزی کی اعلیٰ تعلیم کو ممکن بنا دیا۔ بعدہ دار العلوم دیوبند نے اس تجربے سے فائدہ اٹھا کر ایسی طرح ڈالی اور اس انداز میں آواز بلند کی کہ اب ملک کے تمام بڑے ادارے اس ضرورت کو تسلیم کر کے انگریزی کو فتح کرنے، اس میں دعوتِ دین کا کام کرنے، اسلام کا دفاع اور اشاعت کرنے، دینی کتابوں کا ترجمہ کرنے کی جانب متوجہ ہو گئے اور اپنے اداروں میں، اپنی سرپرستی میں انگریزی کا دو سالہ کل وقتی کورس شروع کر دیا اور انگریزی زبان وادب کے شعبے قائم کرنے میں دلچسپی لینے لگے۔

بانیِ دار العلوم حضرت نانوتوی کا خواب، حضرت تھانوی کی خواہش، علامہ انور شاہ کشمیری کی نصیحت اور دار العلوم دیوبند کے اراکینِ شوریٰ کی 119 سالہ پرانی تجویز میں اب رنگ بھرے جانے لگے ہیں اور الحمدللہ نوجوان فارغینِ مدارس کی کھیپ انگریزی زبان سے مسلح ہو کر میدانِ عمل میں آ رہی ہے۔ خدا کرے کہ اس سلسلے پر کبھی خزاں نہ آئے اور کبھی اس میں ضعف پیدا نہ ہو، انگریزی سے لیس یہ قافلے دین کے دفاع کے کام کر سکیں اور ان میں اخلاص اور جذبۂ دین ہمہ دم قائم رہے! جن لوگوں نے یہ خواب دیکھے تھے، اس کی طرف متوجہ کیا تھا اور جنہوں نے عملی طور پر اس کی بنیاد ڈالی تھی ان کو اپنی شایانِ شان جزائے خیر مرحمت فرمائے!

☆......☆......☆

یادگار زمانہ

قرآن سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا شغف

مولانا ضیاء الحق خیرآبادی

[مولانا ضیاء الحق خیرآبادی عرف حاجی بابو، استاذ مدرسہ تحفیظ القرآن سکھٹی، مبارک پور، اعظم گڑھ، مدیر مجلہ رشد وہدایت، اعظم گڈھ۔ 1998ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد 2013ء تک مدرسہ شیخ الاسلام شیخوپور، اعظم گڑھ میں مدرس اور بارہ سال تک ماہنامہ ضیاء الاسلام، اعظم گڑھ کے مدیر رہے۔ علمی وادبی حلقے میں نمایاں مقام حاصل ہے۔ مولانا سید محمد میاںؒ سیمینار میں پیش کئے گئے، بارہ سو صفحات پر مشتمل مقالات ومضامین کو" تذکرہ سید الملت" کے نام سے شائع کرنا، آپ کا یادگار کارنامہ ہے۔ ادارہ]

قرآن کریم وہ عظیم الشان اور رفیع المرتبہ کتاب ہے، جس کی عظمتِ شان اور رفعتِ مرتبہ کے لئے یہی بات کافی ہے کہ وہ رب العالمین کا کلام ہے، اسی پر تمام اسلامی عقائد واحکام اور مسائل کا دارومدار ہے۔ قرآن کریم ہم تک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے واسطے سے پہنچا ہے؛ اس لیے یہ بات دن کے آفتاب کی طرح روشن ہے کہ ان انفاس قدسیہ کا تعلق اور شغف قرآن کریم کے ساتھ اپنی آخری حد تک رہا ہوگا۔

قرآن کریم دنیا کی ایک ایسی قوم پر نازل ہوا، جو تہذیب وتمدن سے عاری اور ہر طرح کے علوم وفنون سے خالی تھی، نہ اسے یونان کے فلسفہ ومنطق سے آشنائی تھی اور نہ ہندوستان کے نجوم والٰہیات سے واقفیت، نہ اسے ایرانی تہذیب سے کوئی واسطہ تھا، نہ اس پر روم کے تمدن کا کچھ اثر تھا، یہ قوم اس

وقت دنیا کی وحشی اور جاہل ترین قوم شمار کی جاتی تھی، یہ ہر طرح کی علمی وتہذیبی سرمایہ سے تہی مایہ تھی، اگر ان کے پاس کچھ تھا تو صحرائی مناظر تھے، دامن کوہ تھے، پہاڑیوں کی وادیاں تھیں اور ان کی چوٹیوں سے ابھرتا ہوا سورج، اور افق کے حوض میں ڈوبتا ہوا آفتاب تھا، دامن صحرا میں روشنی بکھیرتا ہوا چاند تھا، آسماں کی بے کراں وسعتوں میں پھیلے ہوئے ستارے تھے، ہرنوں کی ڈار تھی، اونٹ تھے، گھوڑے تھے، بھیڑوں اور بکریوں کے ریوڑ تھے۔ اور ان مناظر قدرت کا احساس کرنے والی نگاہ اور قوت ادراک تھی، اور سب سے بڑھ کر انھیں بیان کرنے کا بے پناہ ملکہ اور قدرت تھی، ان کی فصاحت کے آگے دنیا کی تمام زبانوں کے ماہرین گونگے (عجمی) تھے، اہل عرب کا علم دو چیزوں سے عبارت تھا: مناظر قدرت کی فراوانی اور شاعری کی ہمہ گیری۔

اس قوم میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کا کلام لے کر آئے، جس کی معجزانہ فصاحت وبلاغت اور معیاری اسلوب وانداز بیان کے سامنے اہل زبان بے زبان ہوگئے، یہ صرف معجزانہ فصاحت وبلاغت اور معیاری اسلوب کا کمال نہیں تھا بلکہ اس کا اہم سبب وہ علم وحکمت کے موتی تھے، جن سے قرآن کا دامن بھرا ہوا تھا، آپ اسے چنتے رہیے، پھر بھی وہ آپ کو ویسا ہی بھرا پُرا ملے گا۔

اب ایک فطری بات یہ ہے کہ وہ قوم جس کا دامن ہر طرح کے علوم وفنون سے خالی تھا، جب اس کے سامنے ایسی فصیح وبلیغ اور معجز بیان کتاب آئی ہوگی، تو اس کا کیا حال ہوا ہوگا؟ جب اہل عرب نے ایمان قبول کیا، تو جو چیز ان کے دل ودماغ کی وسعتوں اور گہرائیوں میں رچی بسی تھی، وہ قرآن اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس تھی، جو قرآن ہی کا عملی نمونہ تھے، ان کا دل ہر محبت سے خالی تھا، جب قرآن اور صاحب قرآن کی محبت ان کے دل میں بیٹھی تو وہ کیفیت پیدا ہوئی، جس کو ایک عرب شاعر نے یوں بیان کیا ہے:

أَتَانِيْ هَوَاهَا قَبْلَ أَنْ أَعْرِفَ الْهَوَىٰ   فَصَادَفَ قَلْبًا خَالِيًا فَتَمَكَّنَا

میں ابھی اس کی محبت کو جانتا بھی نہ تھا کہ اس کی محبت میرے پاس آئی، یہاں دل خالی تھا، پس وہ بے تکلف جاگزیں ہوگئی۔

ہم اس مقالے میں قرآن کریم کے مخاطبین اولین حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا قرآن کے ساتھ جو تعلق اور شغف تھا، اسے قرآن وحدیث اور تاریخ کی روشنی میں دیکھیں گے، قرآن کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے تعلق اور شغف کے کئی پہلو ہیں:

(۱) صحابہؓ کا تلاوتِ قرآن سے شغف (۲) تعلیم قرآن (۳) قرآن میں تدبر

(۴) قرآنی تعلیمات کی اثر پذیری اور اس پر فدا کارانہ جذبہ عمل

صحابہ کا تلاوت قرآن سے شغف: یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی کا ایک روشن ترین باب ہے، نزول قرآن سے پہلے یہ لوگ اشعار گنگنایا کرتے تھے، قرآن نازل ہوا تو اشعار پھیکے پڑ گئے، اب ذوق تھا تو کلام الٰہی کی تلاوت وتکرار کا ذوق تھا، اور ذوق بھی کیسا؟ کہ تیر پر تیر لگ جائیں، خون کی دھار بہہ جائے؛ مگر تلاوت کی لذت سب پر غالب ہے۔ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک غزوہ سے واپس تشریف لا رہے تھے، شب میں ایک جگہ آپ نے قیام فرمایا اور حفاظت وحراست کے لیے ایک مہاجر صحابی حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ اور ایک انصاری صحابی حضرت عباد بن بشر رضی اللہ عنہ کو مقرر کیا، ان دونوں حضرات نے باری مقرر کر لی کہ آدھی رات ایک آدمی پہرہ دے، دوسرا سوئے، پھر پہلا سوئے اور دوسرا پہرہ دے، رات کا پہلا حصہ حضرت عمار بن یاسر کے جاگنے کا قرار پایا، آپ نے نماز کی نیت باندھ لی، دشمن کے ایک شخص نے دیکھا کہ کوئی آدمی کھڑا ہے تو اس نے تیر چلایا، وہ تیر ان کو لگا، مگر انھوں نے کوئی حرکت نہ کی اور نماز پڑھتے رہے، اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی تیر چلائے، آپ انھیں بدن سے نکال کر پھینکتے رہے اور اطمینان سے نماز پوری کر کے اپنے دوسرے ساتھی کو جگایا، انھوں نے ان کو زخمی دیکھ کر کہا کہ آپ نے مجھے فوراً کیوں نہ جگا لیا؟ آپ حضرت عمار بن یاسرؓ کا ایمان افروز جواب سنئے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن کے ساتھ ان کے شغف اور تعلق کا کیا عالم تھا! ''میں نے سورۂ کہف کی تلاوت شروع کر دی تھی اور میرا دل نہ چاہا کہ اسے ختم کرنے سے پہلے رکوع کروں؛ لیکن بار بار تیر لگنے سے مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں مر گیا تو وہ مقصد ہی فوت ہو جائے گا، جس کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں مقرر کیا ہے، اگر یہ

اندیشہ نہ ہوتا تو میں مرجاتا؛ لیکن سورہ ختم کرنے سے پہلے رکوع نہ کرتا۔ [حکایات صحابہ، ص:۵۸،۵۹،بحوالہ ابوداؤد وبیہقی]

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تلاوت کا انداز کیا تھا؟ اور اس کو وہ کس ایمانی حلاوت کے ساتھ پڑھتے تھے کہ ان کی قراءت سننے کے لیے ملائکہ آسمان سے اترتے تھے۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ مشہور انصاری صحابی اپنے اصطبل میں ایک رات قرآن پڑھ رہے تھے، اچانک ان کے گھوڑے نے چکر لگانا اور بدکنا شروع کیا، وہ قدرے خاموش ہوئے تو گھوڑا بھی پُرسکون ہوگیا، مگر وہ پڑھنے لگے تو گھوڑا پھر بدکنے لگا، کئی مرتبہ ایسا ہوا تو وہ ڈرے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ یحییٰ (ان کے بیٹے) کو روند ڈالے، وہ گھوڑے کی طرف بڑھے، فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ میرے سر پر ایک سائبان ہے، اس میں جیسے بہت سے چراغ جل رہے ہوں، دیکھتا ہوں کہ وہ فضا میں اوپر چڑھ رہا ہے، پھر وہ میری نظروں سے اوجھل ہوگیا۔ حضرت اسید بن حضیرؓ نے صبح کو یہ سارا قصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ وہ ملائکہ تھے، تیرا قرآن سننے آئے تھے، اگر تو پڑھتا رہتا تو ملائکہ اس حالت میں صبح کر دیتے اور ان کو سب دیکھتے اور وہ کسی سے نہ چھپتے۔ [حیاۃ الصحابہ، ج:۳،ص:۶۱۳،بحوالہ بخاری ومسلم شریف]

ان نفوس طیبہ کے قرآن سے عشق کا یہ عالم تھا کہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم ہوتا کہ انہیں قرآن سناؤ، حضرت ابی بن کعبؓ کا واقعہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ان سے فرمایا: اللہ نے مجھے حکم دیا ہے کہ تمہیں قرآن سناؤں، ابی بن کعبؓ نے کہا کہ کیا اللہ نے میرا نام لیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، تو وہ خوشی سے رونے لگے۔ حضرت ابی بن کعبؓ تہجد میں آٹھ راتوں میں قرآن پاک ختم کرنے کا اہتمام کرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَقْرَأُ أُمَّتِي أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ (میری امت میں سب سے بڑے قاری ابی بن کعب ہیں)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن عبداللہ بن مسعود، ابی بن کعب، سالم مولی ابی حذیفہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم سے پڑھو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے شغف بالقرآن کا یہ عالم تھا کہ

جب جنگ یمامہ میں حفاظ صحابہ کی ایک بڑی جماعت شہید ہوگئی تو آپ نے قرآن کے ضائع ہونے کا خطرہ محسوس کر کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تدوینِ قرآن پر آمادہ کیا، ایسے ہی آپ نے تراویح کی سنت جاری کر کے قرآن کی حفاظت کے ایک ایسے طریقے کو رواج دیا، جس کی وجہ سے بے شمار قلوب قرآن پاک کے محفوظ سفینے بن گئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ وتر کی ایک رکعت میں پورا قرآن پڑھ ڈالتے تھے، حضرت مولانا عبد الحی فرنگی محلی ''إقامة الحجة على أن الإكثار في التعبد ليس ببدعة'' ص: ٦۴ پر لکھتے ہیں: ''حضرت علی کرم اللہ وجہہ دن بھر میں آٹھ ختم پڑھتے تھے اور حضرت تمیم داری ؓ کے بارے میں لکھتے ہیں کہ وہ رات بھر میں پورا قرآن پڑھ ڈالتے تھے۔''

تعلیم قرآن: اہل عرب اپنے خداداد حافظے کی وجہ سے پوری دنیا میں ممتاز تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو زبانی قرآن یاد کراتے تھے، جس کی وجہ سے بہت سے صحابہ نے قرآن حفظ کر لیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود سید الحفاظ تھے، آپ کے بہت سے شاگرد حافظ قرآن تھے، مہاجرین میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، حضرت طلحہ، حضرت ابن مسعود، حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ، حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ اور انصار میں حضرت معاذ بن جبل، حضرت ابی ابن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہم اور ان کے علاوہ بھی صحابہ کرام حافظ قرآن تھے۔

صحابہ کرام نے قرآن مجید کی تعلیم کا سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قیام مکہ معظّمہ کے زمانے سے ہی شروع کر دیا تھا؛ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مصعب بن عمیر ؓ اور حضرت ابن ام مکتوم ؓ کو بیعت عقبۂ اولیٰ کے بعد، اس غرض سے بھیجا کہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیں، ہجرت کے بعد مسجد نبوی میں ایک مستقل حلقۂ درس قائم ہوگیا اور اصحاب صفہ شب روز قرآن کی تعلیم و تعلم میں مصروف رہنے لگے، اسی طرح جو لوگ تعلیم حاصل کر لیتے تو انھیں قراء کہا جاتا تھا اور باہر کے مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کے لیے بھیجا جاتا تھا، مختلف قبائل کے وفود مدینہ آتے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں نہایت وسیع پیمانہ پر تعلیم قرآن کا سلسلہ قائم

کیا، تمام مقبوضہ ممالک میں تعلیم القرآن کے لیے مکاتب قائم کئے اور ضروری سورتوں (بقرہ، نساء، مائدہ، نور) کی نسبت حکم دیا کہ تمام مسلمانوں کو اس کا سیکھنا لازمی ہے؛ کیوں کہ ان میں احکام وفرائض ہیں، قرآن پڑھنے والوں کے وظیفے مقرر کیے، ان تدابیر سے تعلیم قرآن نے بہت وسعت حاصل کی، اس کے علاوہ اکابر صحابہؓ کے مختلف حلقہائے درس بھی قائم کیے۔[تفصیلات کے لیے قاضی اطہر مبارک پوری علیہ الرحمہ کی کتاب ''خیر القرون کی درس گاہیں'' اور مولانا عبدالسلام ندوی مرحوم کی ''اسوۂ صحابہ'' ملاحظہ ہو]

قرآن میں تدبر: صحابہ کرامؓ صرف سرسری طور پر قرآن کی تلاوت نہیں کرتے تھے؛ بلکہ اس میں پوری طرح غور وتدبر کرتے اور جہاں کوئی بات کھٹکتی یا سمجھ میں نہ آتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کرتے یا اکابر صحابہ سے دریافت کرتے اور خود بھی غور وفکر کرتے۔ بعض اوقات خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ سے سوال کرتے اور ان کا امتحان لیتے، ایک مرتبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ''كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ، تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍ بِاِذْنِ رَبِّهَا'' (سورہ ابراہیم: ۲۴/ ۲۵) ''مثل اس درخت کے جس کی جڑ ثابت ہے، اور اس کی شاخ آسمان میں، اور وہ ہمیشہ پھلتا رہتا ہے'' ایک بار صحابہ کا مجمع تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا: یہ کون سا درخت ہے؟ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے دل میں یہ بات آئی کہ یہ کھجور کا درخت ہے؛ لیکن انہوں نے حضرت صدیق اکبرؓ اور فاروق اعظمؓ کی موجودگی میں بولنا خلاف ادب سمجھا، بالآخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔[بخاری شریف، کتاب التفسیر باب قوله کشجرة طیبة]

قرآن مجید کی اس آیت ''يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ'' [سورہ مائدہ: ۱۰۵] (مسلمانو! تم پر صرف تمہاری ذات کی ذمہ داری ہے، جب تم نے ٹھیک راہ پالی تو جو شخص گمراہ ہوا، وہ تم کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔) سے بظاہر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا سدباب ہو جاتا ہے، ایک صحابی کے دل میں یہ بات کھٹکی اور انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس آیت پر صرف اس حالت میں عمل کرنا چاہیے،

جب ہوا پرستی عام ہوجائے اور ہر شخص اپنی رائے پر عمل کرنے لگے، ورنہ جب تک لوگوں میں ہدایت کے قبول کرنے کا مادہ موجود ہو، امر بالمعروف کا فریضہ ساقط نہیں ہوسکتا۔ [ترمذی شریف، کتاب التفسیر ۳۰۵۸]

ایک مرتبہ کبار صحابہ جمع تھے، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ''إذا جاء نصر الله والفتح'' کی تفسیر پوچھی، سب نے کہا کہ جب فتح حاصل ہو تو ہم کو اس آیت میں تسبیح اور استغفار کا حکم دیا گیا ہے، حضرت عمر خاموش رہے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم کیا کہتے ہو؟ انہوں نے فرمایا کہ اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر دی گئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں بھی یہی جانتا ہوں۔ [بخاری شریف، کتاب التفسیر باب قوله ورأيتَ الناسَ يدخلون في دين الله افواجا]

ایسے ہی ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے صحابہ کے مجمع میں سوال کیا کہ آیت ''اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ اَنْ تَكُوْنَ لَهٗ جَنَّةٌ'' (سورہ بقرہ:۲۶۶) کس کے بارے میں نازل ہوئی؟ تو صحابہ نے کہا کہ اس کا علم تو خدا کو ہے، حضرت عمرؓ یہ سن کر ناراض ہوئے اور فرمایا کہ یا تو یہ کہو کہ جانتے ہیں یا یہ کہو کہ نہیں جانتے، حضرت عبداللہ ابن عباس اس وقت بہت کم سن تھے؛ اس لیے کچھ کہتے ہوئے ڈرتے تھے، تاہم حضرت عمرؓ کی ہمت افزائی سے انہوں نے اجمالاً اس قدر کہا کہ یہ آیت ایک عمل کی مثال ہے۔ حضرت عمرؓ نے مزید تشریح کی اور کہا کہ اس دولت مند شخص کے عمل کی مثال ہے، جس نے اطاعت الٰہی کی پھر شیطان کے بہکانے سے گناہوں کا مرتکب ہوا، اس لیے خدا نے اس کے اعمال کو برباد کردیا۔ [بخاری شریف، کتاب التفسیر باب قوله أيود أحدكم]

جب مسلمانوں نے قسطنطنیہ پر حملہ کیا تو ایک صحابی نے رومیوں پر اس جوش کے ساتھ حملہ کیا کہ ان کی صفوں کے اندر گھس گئے تو لوگوں نے شور کیا کہ اپنی ذات کو ہلاکت میں ڈال رہے ہیں، جس سے قرآن کی آیت ''وَلَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ'' (سورہ بقرہ:۱۹۵) (اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو) کی جانب اشارہ تھا، اس لڑائی میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے،

انہوں نے فرمایا کہ تم لوگ اس آیت کا معنی یہ سمجھتے ہو؛ حالانکہ یہ آیت ہم انصار کے بارے میں نازل ہوئی، جب خدا نے اسلام کو غالب کر دیا اور اس کے بہت سے اعوان وانصار پیدا ہو گئے تو ہم میں بعض لوگوں نے سوچا کہ ہماری جائیداد برباد ہوگئی، اب اسلام کے بہت سے حامی اور انصار پیدا ہو گئے؛ اس لیے اب ہم کو اپنی جائیداد کی اصلاح کی فکر کرنی چاہیے، خدا نے ہمارے خیال کی تردید کی اور فرمایا ''وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ'' (سورہ بقرہ:۱۹۵) اس بنا پر یہ جہاد ہلاکت نہیں ہے؛ بلکہ جہاد کو چھوڑ کر معاش کی فکر میں لگ جانا ہلاکت ہے۔ [ترمذی شریف، کتاب التفسیر حدیث: ۲۹۸۲، ابو داؤد شریف کتاب الجہاد]

قرآنی تعلیمات کی اثر پذیری اور اس پر فداکارانہ جذبۂ عمل: قرآن پاک کی تلاوت آج بھی کی جاتی ہے؛ مگر دنیا کے حرص اور دین سے بے رغبتی کا نتیجہ یہ ہے کہ اس کا کچھ بھی اثر نہیں ہوتا، نہ پڑھنے والے پر اور نہ سننے والے پر، صحابۂ کرام بھی قرآن پڑھتے تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضِ صحبت اور دین کی محبت کی وجہ سے ان کا رنگ ہی کچھ اور تھا، قرآن سے اثر پذیری کی گواہی صحابہ کے حق میں خود قرآن نے دی ہے، قرآن سے بڑھ کر، خدا سے بڑھ کر کس کی گواہی ہو سکتی ہے:

''اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ وَاِذَا تُلِیَتْ عَلَیْھِمْ اٰیٰتُہٗ زَادَتْھُمْ اِیْمَانًا'' (سورہ انفال:۲)

بلاشبہ ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں۔ یہ آیت کریمہ عام صحابہ کے حق میں ہے، ان کا عمومی حال یہی تھا کہ اللہ کی یاد سے ان کے قلوب پر لرزہ طاری ہو جاتا ہے اور قرآن کی آیت سے ان کے ایمان کی کیفیت میں اضافہ ہو جاتا تھا۔ ایک اور جگہ ارشاد ہے:

''وَاِذَا سَمِعُوْا مَا اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ'' (سورہ مائدہ:۸۳)

ترجمہ: جب وہ سنتے ہیں جو رسول کی طرف بھیجا گیا تو تم ان کی آنکھیں آنسوؤں سے بہتی ہوئی دیکھتے ہو، اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا ہے، یوں کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب! ہم ایمان لائے، ہم کو ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے، جو تصدیق کرنے والے ہیں۔

یہ آیت ان نصرانی علماء کے بارے میں نازل ہوئی، جو ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے تھے، یہ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارکہ میں حاضر ہوئے، انہوں نے جب قرآن کی آیات سنیں تو ان کی آنکھوں سے سیل اشک رواں ہو گیا۔

ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

''اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِیۡثِ کِتٰبًا مُّتَشَابِہًا مَّثَانِیَ تَقۡشَعِرُّ مِنۡہُ جُلُوۡدُ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ ثُمَّ تَلِیۡنُ جُلُوۡدُہُمۡ وَقُلُوۡبُہُمۡ اِلٰی ذِکۡرِ اللّٰہِ ذٰلِکَ ہُدَی اللّٰہِ یَہۡدِیۡ بِہٖ مَنۡ یَّشَآءُ'' (سورہ زمر :۲۳)

ترجمہ: اللہ نے اتاری بہتر بات، آپس میں ملتی ہوئی، دہرائی ہوئی کتاب، اس سے ان لوگوں کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں، جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں، اللہ کی یاد سے ان کی کھالیں اور ان کے دل نرم ہو جاتے ہیں، یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس کو چاہتا ہے، اسے رہنمائی عطا فرماتا ہے۔

یعنی کتاب اللہ کو سن کر اللہ کے خوف اور اس کے کلام کی عظمت سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور کھالیں نرم پڑ جاتی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ خوف و رعب کی کیفیت طاری ہو کر ان کا قلب و قالب اور ظاہر و باطن اللہ کی یاد کے سامنے جھک جاتا ہے اور اللہ کی یاد ان کے بدن اور روح دونوں پر ایک خاص اثر پیدا کرتی ہے۔ [فوائد عثمانی ص: ۶۱۴]

علامہ قرطبیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ صحابۂ کرام کا عام حال یہی تھا کہ جب قرآن ان کے سامنے پڑھا جاتا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ جاتے اور بدن پر بال کھڑے ہو جاتے۔ [معارف القرآن ج: ۷، ص: ۵۵۶]

اسی کا اثر یہ تھا کہ قرآن کے احکام پر عمل کرنے کے لیے وہ ہمہ وقت تیار رہتے تھے، جب قرآن

کی یہ آیت نازل ہوئی کہ ''لَنْ تَنَالُوْا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ '' (سورہ آل عمران: ۹۲)تم لوگ جب تک اپنی محبوب ترین چیز صرف نہ کروگے، نیکی کو ہر گز نہیں پا سکتے۔ تو حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ خدا ہمارا مال مانگتا ہے، آپ گواہ رہیے کہ اریحا میں میری جو زمین ہے، میں اس کو خدا کے نام پر وقف کرتا ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو اپنے رشتے داروں میں تقسیم کردو۔[ترمذی شریف، کتاب التفسیر حدیث:۲۹۲۷]

جب یہ آیت نازل ہوئی: ''یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ ''(سورہ حجرات:۲)

مسلمانو! پیغمبر کی آواز سے اپنی آواز بلند نہ کرو۔ تو حضرات صحابہ اس قدر آہستہ بولنے لگے کہ ان کی آواز سننے میں نہیں آتی تھی۔ [ترمذی شریف، کتاب التفسیر حدیث: ۳۲۶۶]

اصحابِ صفہ کی معاش کا زیادہ تر دارومدار صحابہ کی فیاضی پر تھا؛ چنانچہ انصار حسب مقدور کھجور کے خوشے لاکر مسجد میں لٹکا دیتے تھے، یہ لوگ آتے تو لکڑی سے انہیں ہلاتے تھے، جو کھجوریں ٹپک پڑتیں اس کو کھا لیتے تھے۔ لیکن ان میں بعض لوگوں نے ایک بار سڑے گلے، روکھے پھیکے خوشے لاکر لٹکا دیے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔

''یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا کَسَبْتُمْ وَمِمَّا اَخْرَجْنَا لَکُمْ مِنَ الْاَرْضِ وَلَا تَیَمَّمُوْا الْخَبِیْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِیْهِ اِلَّا اَنْ تُغْمِضُوْا فِیْهِ ''(سورہ بقرہ:۲۶۷)

مسلمانو! اپنی بہترین کمائی اور بہترین پیداوار سے صدقہ دو، حالانکہ (وہی چیز کوئی) تم کو دے تو تم اس کو کبھی نہ لو مگر چشم پوشی کے ساتھ، اس کے بعد اس حالت میں انقلاب پیدا ہو گیا اور لوگ بہتر کھجوریں لانے لگے۔[ترمذی شریف، کتاب التفسیر حدیث:۲۹۸۷]

حضرت مسطح، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے رشتے دار تھے، آپ ان کی کفالت کرتے تھے؛ لیکن جب وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تہمت میں شریک ہوگئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ان کی کفالت سے ہاتھ کھینچ لیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی: ''وَلَا یَأْتَلِ اُولُو الْفَضْلِ مِنْکُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ یُؤْتُوْا اُولِی الْقُرْبٰی

وَالْمَسَاكِيْنَ وَالْمُهَاجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللهِ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَغْفِرَ اللهُ لَكُمْ وَاللهُ غَفُوْرٌ رَحِيْمٌ ''(سورہ نور:۲۲)

تم میں سے دولت مند لوگ قرابت داروں، مسکینوں اور مجاہدوں کے دینے سے دریغ نہ کریں اور عفوودرگزر کریں، کیاتم لوگ اسے پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری مغفرت کرے اور خدا مغفرت کرنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

اب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پھران کے مصارف کے کفیل ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے یہی پسند ہے کہ خدا میری مغفرت کرے۔[بخاری شریف، کتاب التفسیر باب قولہ ان الذین الخ]

ایک طرف تو صحابہ کے تعلیماتِ قرآن پر عمل کرنے کا یہ حال تھا کہ قرآن کریم جس طرف چاہتا تھا، انہیں جھونک دیتا تھا اور دوسری طرف یہ بھی تھا کہ جس سے چاہتا تھا انہیں روک بھی دیتا تھا، ایک بار عیینہ بن حصن اپنے بھتیجے حضرت حر بن قیس کے ساتھ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور نہایت گستاخی کے ساتھ بولے کہ ''آپ ہم کو عطیہ نہیں دیتے، ہمارے درمیان انصاف نہیں کرتے'' اس پر حضرت فاروق اعظمؓ سخت برہم ہوئے اور ان کو سزا دینی چاہی؛ لیکن حضرت حر بن قیس نے کہا کہ ''یا امیرالمومنین! خدا نے اپنے پیغمبر کو حکم دیا تھا: ''خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ ''(سورہ اعراف:۱۹۹) درگزر کا شیوہ اختیار کیجیے اور نیکی کا حکم دیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کش رہیے'' اور یہ بھی ایک جاہل ہے، یہ آیت سن کر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ فوراً رک گئے۔[بخاری شریف، کتاب التفسیر باب قولہ خذ العفو و أمر بالمعروف]

یہ قرآن پاک کے ساتھ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے تعلق اور شغف کا اجمالی تذکرہ تھا؛ اس سے حدیث و تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں، اگر کسی کو تفصیل مقصود ہو تو بخاری شریف، ترمذی شریف، ابوداؤد شریف، شعب الایمان للبیہقی، التبیان فی علوم القرآن وغیرہ عربی میں، اور اردو میں اسوۂ صحابہ، حیاۃ الصحابہ، حکایات صحابہ اور خیر القرون کی درسگاہیں وغیرہ کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان انفاس قدسیہ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

شخصیات

آہ! ڈاکٹر جمیل جالبی

مفتی محمد اویس نعیم
معاون نگران شعبہ تخصص فی الافتاء

اردو کے سینئر ادیب، نقاد، ماہرِ لسانیات، ادبی مؤرخ، اور دانشور ڈاکٹر جمیل جالبی (18 اپریل 2019ءکو) انتقال کر گئے، انتقال کے وقت ان کی عمر 89 برس تھی۔ وہ 12 جون، 1929ء کو علی گڑھ، ہندوستان میں ایک تعلیم یافتہ گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کا اصل نام محمد جمیل خان تھا۔ ان کے آباءواجداد یوسف زئی پٹھان ہیں اور اٹھارویں صدی میں سوات سے ہجرت کر کے ہندوستان میں آباد ہوئے۔ ڈاکٹر جمیل جالبی کے والد محمد ابراہیم خاں میرٹھ میں پیدا ہوئے۔

ڈاکٹر جمیل جالبی نے ہندوستان، پاکستان کے مختلف شہروں میں تعلیم حاصل کی۔ ابتدائی تعلیم علی گڑھ میں ہوئی۔ 1943ء میں گورنمنٹ ہائی اسکول سہارنپور سے میٹرک کیا۔ میرٹھ کالج سے 1945ء میں انٹر اور 1947ء میں بی اے کی ڈگری حاصل کی۔ کالج کی تعلیم کے دوران جالبی صاحب کو ڈاکٹر شوکت سبزواری، پروفیسر غیور احمد رزمی اور پروفیسر کرار حسین ایسے استاد ملے جنہوں نے ان کی ادبی صلاحیتوں کو اجاگر کیا۔ اردو ادب کے صف اول کے صحافی سید جالب دہلوی اور جالبی صاحب کے دادا دونوں ہم زلف تھے۔ محمد جمیل خاں نے کالج کی تعلیم کے دوران ہی ادبی دنیا میں قدم رکھ دیا تھا۔ ان دنوں ان کا آئیڈیل سید جالب تھے۔ اسی نسبت سے انہوں نے اپنے نام کے ساتھ جالبی کا اضافہ کر لیا۔

تقسیم ہند کے بعد 1947ء میں ڈاکٹر جمیل جالبی اور ان کے بھائی عقیل پاکستان آ گئے اور کراچی میں مستقل سکونت اختیار کر لی۔ یہاں ان کے والد صاحب ہندوستان سے ان دونوں بھائیوں کے

تعلیمی اخراجات کے لیے رقم بھیجتے رہے۔ بعدازاں جمیل جالبی کو بہادر یار جنگ ہائی اسکول میں ہیڈ ماسٹری کی پیش کش ہوئی جسے انہوں نے قبول کرلیا۔ جمیل صاحب نے ملازمت کے دوران ہی ایم اے اور ایل ایل بی کے امتحانات پاس کرلیے۔ اس کے بعد 1972ء میں سندھ یونیورسٹی سے ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان کی نگرانی میں قدیم اُردو ادب پر مقالہ لکھ کر پی ایچ ڈی اور 1978ء میں مثنوی کدم راؤ پدم راؤ پر ڈی لٹ کی ڈگریاں حاصل کیں۔ بعدازاں سی ایس ایس کے امتحان میں شریک ہوئے اور کامیاب ہو گئے۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے والدین کو بھی پاکستان بلا لیا۔ ملازمت سے ریٹائرمنٹ کے بعد باقاعدہ طور پر ادبی سرگرمیوں میں مصروف ہوئے۔ قبل ازیں انہوں نے ماہنامہ ساقی میں معاون مدیر کے طور پر خدمات سرانجام دیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے اپنا ایک سہ ماہی رسالہ نیا دور بھی جاری کیا۔

ڈاکٹر جمیل جالبی 1983ء میں کراچی یونیورسٹی کے وائس چانسلر اور 1987ء میں مقتدرہ قومی زبان (موجودہ نام ادارہ فروغ قومی زبان) کے چیئرمین تعینات ہوئے۔ اس کے علاوہ آپ 1990ء سے 1997ء تک اردو لغت بورڈ کراچی کے سربراہ بھی مقرر ہوئے۔

جالبی صاحب کی سب سے پہلی تخلیق سکندر اور ڈاکو تھی جو انہوں نے بارہ سال کی عمر میں تحریر کی اور یہ کہانی بطور ڈراما اسکول میں اسٹیج کیا گیا۔ جالبی صاحب کی تحریریں دہلی کے رسائل بنات اور عصمت میں شائع ہوتی رہیں۔ ان کی شائع ہونے والی سب سے پہلی کتاب جانورستان تھی جو جارج آرول کے ناول کا ترجمہ تھا۔ ان کی ایک اہم کتاب پاکستانی کلچر: قومی کلچر کی تشکیل کا مسئلہ ہے جس کے آٹھ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی ایک اور مشہور تصنیف تاریخ ادب اردو ہے جس کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ ان کی دیگر تصانیف و تالیفات میں تنقید و تجربہ، نئی تنقید، ادب کلچر اور مسائل، محمد تقی میر، معاصر ادب، قومی زبان یک جہتی نفاذ اور مسائل، قلندر بخش جرأت لکھنوی تہذیب کا نمائندہ شاعر، مثنوی کدم راؤ پدم راؤ، دیوان حسن شوقی، دیوان نصرتی وغیرہ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ قدیم اردو کی لغت، فرہنگ اصلاحات جامعہ عثمانیہ اور پاکستانی کلچر کی تشکیل بھی ان کی اہم

تصنیفات ہیں۔ڈاکٹر جمیل جالبی نے متعدد انگریزی کتابوں کے تراجم بھی کیے جن میں جانورستان، ایلیٹ کے مضامین، ارسطو سے ایلیٹ تک شامل ہیں۔ بچوں کے لیے ان کی قابل ذکر کتابیں حیرت ناک کہانیاں اور خوجی ہیں۔

تصنیف و تالیف و ترجمہ: قومی انگریزی اردو لغت، جانورستان (جارج آرول کے ناول کا ترجمہ)، پاکستانی کلچر: قومی کلچر کی تشکیل کا مسئلہ، تاریخ ادب اردو، تنقید و تجربہ، نئی تنقید، ادب کلچر اور مسائل، محمد تقی میر، معاصر ادب، قومی زبان یک جہتی نفاذ اور مسائل، قلندر بخش جرأت لکھنوی تہذیب کا نمائندہ شاعر، مثنوی کدم راؤ پدم راؤ، دیوان حسن شوقی، دیوان نصرتی، قدیم اردو کی لغت، فرہنگ اصلاحات جامع عثمانیہ، میرا جی ایک مطالعہ، ن م راشد-ایک مُطالعہ، ایلیٹ کے مضامین (ترجمہ)، ارسطو سے ایلیٹ تک، حیرت ناک کہانیاں، خوجی۔

ڈاکٹر جمیل جالبی کو ان کی علمی و ادبی خدمات کے اعتراف میں 1964ء، 1973ء، 1974ء اور 1975ء میں داؤد ادبی انعام، 1987ء میں یونیورسٹی گولڈ میڈل، 1989ء میں محمد طفیل ادبی ایوارڈ اور حکومت پاکستان کی طرف سے 1990ء میں ستارۂ امتیاز اور 1994ء میں ہلال امتیاز سے نوازا گیا۔ اکادمی ادبیات پاکستان کی طرف سے 2015ء میں آپ کو پاکستان کے سب سے بڑے ادبی انعام کمال فن ادب انعام سے نوازا گیا۔

نظر کے لیے ایک مفید نسخہ

رات کو ایک کلو دیسی بادام شیریں لے کر گرم پانی میں بھگو دیئے جائیں، انہیں صبح چھلکے اتار کے کپڑے پر پھیلا کر سایہ میں خشک کر لیا جائے، اس کے علاوہ چھوٹی سبز الائچی پچاس گرام بڑی کالی الائچی پچاس گرام، سونف پچاس گرام، ان تمام چیزوں کو باریک پیس کر آدھ کلو اصل خالص شہد میں ملا دیا جائے، نسخہ تیار ہے۔ اسے صبح نہار منہ ایک چمچ دودھ سے کھانا بے حد مقوی بصارت ہے، تین ماہ مسلسل استعمال ڈیڑھ نمبر عینک کم کر دیگا۔ ہر نماز کے بعد یا بصیر یا نور گیارہ بار پڑھ کر انگلی پر دم کر کے آنکھوں پر پھیرنا بھی نظر کے لیے انتہائی مفید ہے۔

طب وصحت

دل کے آپریشن سے بچنے کا ایک کامیاب نسخہ

حکیم عبدالوحید سلیمانی

پانچ سال پہلے کی بات ہے، میں مطب میں بیٹھا تھا۔ مریض آ جا رہے تھے۔ اچانک فون کی گھنٹی بجی، چونگا اٹھایا، تو دوسری طرف شریف جاوید بول رہے تھے۔ میرے بے تکلف دوست ہیں، تیس بتیس سال سے ان سے روابط ہیں، مگر اس دن ان کی آواز میں پریشانی جھلک رہی تھی۔ پوچھنے پر بتایا کہ کچھ دنوں سے طبیعت خراب ہے اور ڈاکٹروں نے بتایا ہے کہ ''میرے دل کے دو والو بند ہیں۔ اینجیوگرافی بھی ہوگی اور بائی پاس بھی! میں اینجیوگرافی سے تو نہیں گھبراتا، لیکن بائی پاس نہیں کروانا چاہتا۔ آپ کے پاس اس کا علاج کوئی دیسی نسخہ ہو، تو بتایئے بلکہ تیار کر دیجیے۔''

میں ابھی جواب نہیں دے پایا تھا کہ مطب میں تین آدمی داخل ہوئے اور سامنے پڑی کرسیوں پر خاموشی سے بیٹھ گئے، وہ بلوچی لباس زیب تن کئے ہوئے تھے، کندھوں پر اجرک اور سر پر بلوچی طرز کی ٹوپیاں تھیں۔ میں گفتگو میں مصروف رہا اور شریف جاوید صاحب کو یقین دہانی کراتا رہا کہ میرے پاس ایسا نسخہ موجود ہے، جو ان شاءاللہ آپ کے مرض کا قلع قمع کر دے گا، مگر اس کی تیاری میں کچھ وقت لگے گا۔

بات ختم کر کے میں نے جونہی چونگا رکھا، ان آدمیوں میں سے ایک بولا: ''سائیں! یہ کس کا فون تھا؟''

میں نے ذرا ناگواری سے کہا کہ ایک مریض تھا، اس نے پوچھا: ''مگر سائیں وہ کہتا کیا تھا؟ کہیں اس کے دل کے والو تو بند نہیں؟''

اب میں نے حیرانی سے اسے دیکھا، جس نے یقیناً ہماری گفتگو سن لی تھی اور ہولے سے سر ہلایا۔

''سائیں! برا نہ مانیں، آپ کے پاس تو اس کی دوائی موجود ہے۔ الماری سے نکالیں، مریض کو بلائیں اور اس کے حوالے کر دیں۔''

اب میں نے اس کی طرف غور سے دیکھا اور اس سے سوال کیا: ''آپ پہلی مرتبہ میرے پاس آئے ہیں، پھر آپ کو کیسے پتا چلا کہ اس مریض کا علاج میرے پاس موجود ہے؟''

''دیکھیے! میں اپنا تعارف کرا دوں، ہم لوگ مستونگ (بلوچستان) سے آئے ہیں۔ میں باقاعدہ طبیب نہیں، بلکہ بینک ملازم ہوں۔ آج سے پچیس سال پہلے میرے ماموں کے دو والو بند ہو گئے تھے۔ مستونگ، کوئٹہ اور کراچی علاج کروایا، مگر خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا۔ اس زمانے میں دل کا بائی پاس کراچی میں ہوتا تھا لیکن بہت گراں۔

پھر میں نے آپ کے والد صاحب (حکیم محمد عبداللہ، مصنف کنز المجربات) کو جہانیاں (ملتان) خط لکھا اور ساری کیفیت بیان کی، چند دن بعد ان کا جواب آیا، لکھا تھا: ''آپ کے ماموں کی بیماری کی تشویشناک صورتحال کا علم ہوا۔ ایک دوائی اپنے پاس سے بھیج رہا ہوں۔ دوسری بذریعہ ڈاک ارسال نہیں کی جا سکتی، تھوڑی سی زحمت کر کے خود تیار کر لیجیے۔'' جو دوا انھوں نے مجھے بھیجی وہ ''جواہر مہرہ'' تھی، طب اسلامی کی مایہ ناز دوا، جو دل کے لئے ہی نہیں بے شمار امراض کے لیے شفا کا پیغام ہے، اسے بعد از نماز عصر دو چاول کے دانوں کی مقدار میں استعمال کرنا تھا۔

''مجھے دوا کی تیاری کا کہا گیا، وہ عمدہ اور تازہ گلاب اور سونف کا عرق کشید کر کے اس کے دو آتشہ کرنا تھا۔ میں نے عرق نکالنے کے آلے (قرع انبیق.... بھبکے) سے عرق کشید کیا، پھر دوبارہ بھوکا رہ یعنی جوش دیا، یوں دو آتش عرق تیار ہو گیا۔

یہ عرق صبح ناشتے کے بعد نصف پیالی مقدار میں دینا تھا۔ پھر عصر کے بعد اتنی ہی مقدار میں، لیکن دو چاول جواہر مہرہ کے ساتھ اور رات سوتے وقت چوتھائی پیالی عرق پینا تھا۔ حکیم صاحب قبلہ نے پندرہ دن کے لیے یہ نسخہ تجویز کیا تھا۔

دو ہفتے بعد طبی معائنہ کروایا تو دونوں والو کھل چکے تھے۔ تاہم احتیاطاً میں نے انہیں نسخہ ایک ماہ تک استعمال کروایا۔ اللہ کے فضل و کرم سے میرے ماموں آج خوش و خرم زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اس واقعے کے بعد میرے پاس اردگرد کے علاقے سے بے شمار دل کے مریض آئے، جنہیں میں جواہر مہرہ آپ کے دواخانے سے اور عرق خود تیار کر کے دیتا رہا۔ اللہ نے بے شمار لوگوں کو اس نسخہ کے

طفیل شفا دی۔ مجھے وہاں کے لوگ ''دل کا ڈاکٹر'' کہتے ہیں۔ سائیں آپ کے والد صاحب کا نسخہ تھا وہ میں نے آپ تک پہنچا دیا، آپ جانیں اور آپ کا کام۔''

جب انہوں نے بات ختم کی، تو شریف جاوید صاحب بھی آ گئے۔ میں نے انہیں یہی دوائی دی اور پندرہ دن استعمال کرنے کے لیے کہا، کہنے لگے: ''میری انجیوگرافی میں صرف بارہ دن باقی ہیں اور آپ پندرہ دن کا علاج تجویز کر رہے ہیں۔''

''سائیں'' میرے مہمان نے کہا: ''آپ دوا شروع کریں، اللہ بھلی کرے گا۔''

شریف صاحب دوا لے گئے اور بارہ دن بعد فون پر اطلاع دی کہ پنجاب انسٹی ٹیوٹ آف کارڈیالوجی میں داخل ہونے جا رہا ہوں اور کل انجیوگرافی ہے، دعا کیجیئے گا۔ دو دن بعد موبائل پر اطلاع دی ''ڈاکٹر میرے طبی معائنے کی رپورٹ دیکھ کر حیران رہ گئے، کیونکہ تمام والو کھلے ہوئے تھے۔'' اس کے بعد انہوں نے مزید پندرہ دن دوائی استعمال کی اور الحمد للہ بھلے چنگے ہو گئے۔

اس واقعے کے چند دن بعد ایک بزرگ میرے پاس سرائے عالمگیر سے تشریف لائے اور فرمانے لگے: ''میں شریف جاوید کا بڑا بھائی ہوں۔ میرے پاس اردگرد کے علاقے سے دل کے کچھ مریض آئے ہیں۔ آپ وہی دوا پانچ مریضوں کے لئے عنایت کر دیں جو شریف جاوید کو دی ہے۔'' چند دن بعد وہ مزید مریضوں کے لیے دوا لے گئے۔ رفتہ رفتہ اس دوا کی شہرت ہو گئی، روزانہ ایک دو مریض یہ دوا لے جاتے اور اللہ کے فضل سے صحت یاب ہو جاتے۔ میں نے یہ دوا ان لوگوں کو بھی دی جن کے تین والو بند تھے۔ اللہ کے کرم سے انہیں بھی شفا ملی حتیٰ کہ ایسے مریض جن کے ساڑھے تین والو بند ہو چکے تھے، وہ بھی شفایاب ہوئے اور انجائنا کے مریضوں نے بھی صحت پائی۔

1999ء میں مجھے خود دل کی تکلیف ہوئی اور تین والو بند ہو گئے۔ میں نے ایک ماہ یہی دوا استعمال کی، الحمد اللہ بالکل صحت یاب ہو گیا۔ عرق گلاب اور سونف اب میں دو آتشتہ کے بجائے سہ آتشتہ استعمال کرتا ہوں اور اسے قلبی کا نام دیا ہے۔ یوں اس کی تاثیر بڑھ گئی اور سینکڑوں مریضوں نے استفادہ کیا ہے۔ میں مستونگ کے اس سندھی نژاد کا شکر گزار ہوں، جس نے انسانیت کی فلاح کے لیے مجھے اتنے اچھے نسخے سے آگاہ کیا۔ جس سے میں بے خبر تھا، حالانکہ وہ میرے ہی والد محترم کا تجویز کردہ تھا۔

جامعہ کی سرگرمیاں

جامعہ تراث الاسلام کے تخصص فی الافتاء کی انفرادیت

مفتی محمد ساجد میمن
ناظم تعلیمات جامعہ تراث الاسلام

دورِ حاضر میں دیگر شعبوں کی طرح دینی تعلیم کے شعبے میں بھی تخصصات کی اہمیت وضرورت مسلّم ہے۔ دینی مدارس میں آٹھ سالہ تعلیمی سلسلے (درس نظامی) کی تکمیل کرنے کے بعد فاضل اپنے ذوق اور مناسبت کو دیکھتے ہوئے کسی ایک فن میں مہارت پیدا کرنے کی خاطر اس فن کی تحصیل میں ہمہ وقت مشغول ومصروف ہوجاتا ہے اور مسلسل چند سال کی محنت اور جستجو کے بعد وہ اس فن میں مہارت حاصل کرلیتا ہے۔

جامعہ تراث الاسلام (جس کا قیام ۲۰۰۷ء میں ہوا)، اپنے قیام کے دوسرے سال ہی فضلائے کرام کی اس ضرورت کا احساس کرتے ہوئے تخصص فی الافتاء کا شعبہ قائم کیا، جو بحمد اللہ اپنے وقت آغاز سے تادم تحریر بھرپور آب وتاب کے ساتھ جاری وساری ہے، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے قائم ودائم رکھے۔ آمین

جامعہ تراث الاسلام کا شعبہ تخصص فی الافتاء منفرد نوعیت کا حامل ہے......اس میں ماہر فن اساتذہ کی زیر نگرانی تدریس، تمرین فتاویٰ اور کتب فقہ کا مطالعہ کرانے کے ساتھ ساتھ قدیم وجدید علوم وفنون پر مشتمل مختلف اداروں اور ماہرین فن کی زیر نگرانی شارٹ کورسز کرائے جاتے ہیں......جس کا ایک بڑا فائدہ یہ ہوتا ہے کہ تخصص سے فارغ ہونے کے بعد طالب علم فقہ اور فتویٰ میں مہارت کے ساتھ مختلف قدیم وجدید علوم وفنون سے بھی روشناس اور متعارف ہوجاتا ہے......اور ان میں سے بعضے کورسز تو ایسے

بھی ہیں جن کی فیسیں ہزاروں میں ہیں، لیکن یہ تمام کورسز شرکائے تخصص کو ادارہ کی طرف سے بلا معاوضہ کرائے جاتے ہیں۔

اس سال شرکائے تخصص کو مندرجہ ذیل کورسز کرائے گئے:

(۱)......کاروبار کی بنیادی قسمیں اور شیئر ٹریڈنگ۔......(۲)......ٹائم مینیجمنٹ کورس...... (۳)......ڈیجیٹل لٹریسی کورس (پاکستان ٹیکنالوجی ایجوکیشن کے ماہرین کی زیر نگرانی)......(۴)......تعارف ادیان باطلہ......(۵)......آن لائن خرید وفروخت کے شرعی احکام (القرآن نیٹ ورک کے زیر اہتمام سیمینار)......(٦)......جدید عربی لینگوتج کورس......(۷)......کالم نگاری کورس......(۸)......تکافل (تعارف اور طریقہ کار)......(۹)......سودی اور غیر سودی بینک (تعارف اور بنیادی اصول وقواعد)۔ ......(۱۰)......مالیاتی اداروں کی شرعی رہنمائی، کیسے؟ (ادارہ النافع لاہور کے زیر اہتمام)۔

اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل وکرم، اکابر کی سرپرستی اور ارباب جامعہ کی انتھک کوششوں کی بنا پر جامعہ تراث الاسلام کا شعبہ تخصص فی الافتاء مسلسل ترقی کی جانب گامزن ہے اور ہر سال اس کو مزید بہتر سے بہتر بنانے کے لیے ارباب جامعہ کوشاں ہیں۔امسال (۱۴۴۰ھ،۲۰۱۹ء) تخصص فی الافتاء میں شرکاء کی تعداد ۳۱ تھی۔جس میں سے ۲۰ فضلائے کرام کو سند افتاء جاری کی گئی، جنہوں نے اپنے فتاویٰ اور مقالہ جات کی تکمیل کی۔جبکہ دیگر فضلائے کرام (جن کے فتاویٰ اور مقالہ جات زیر تکمیل ہیں) کو فتاویٰ اور مقالہ جات مکمل کرنے کے بعد سند جاری کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ان کاوشوں کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور جامعہ کو ترقی عطا فرمائے۔آمین

اعلان داخلہ برائے تخصص فی الافتاء (۱۴۴۰-۴۱ھ)

جامعہ تراث الاسلام میں شعبہ تخصص فی الافتاء میں داخلوں کا آغاز ۱۱ شوال ۱۴۴۰ھ، ۱۵ جون ۲۰۱۹ء سے ہوگا۔

امیدوار کا دورہ حدیث میں ممتاز یا جید جداً ہونا ضروری ہے۔

داخلہ میرٹ کی بنیاد پر ہوگا۔

جامعہ کی سرگرمیاں

شب و روز

مولانا فضل الرحمن

☆......25 رجب 1440 کو جامعہ کے اساتذہ کی سالانہ میٹنگ ہوئی اور تعلیمی سال کا جائزہ لیا گیا، اس سال تعطیلات میں کوئی دورہ نہیں رکھا گیا۔

☆......5 شعبان وفاق المدارس کے امتحانات سے فارغ ہوکر درس نظامی کے طلبہ چلے گئے۔

☆......19 شعبان کو تخصص فی الافتاء کے طلباء کی درخواست پر "نئے فضلاء کے لئے مستقبل میں کام کرنے کے اصول" کے موضوع پر مدیر جامعہ نے تفصیلی خطاب کیا، جسے تخصص کے طالب علم مولوی عبدالسمیع اور مولوی عرفان نے ضبط کیا، "النخیل" کے اگلے شمارہ میں ان شاءاللہ اسے شائع کردیا جائے گا۔

☆...... 22 شعبان اتوار کو فضلاء تخصص میں تقسیم اسناد کی تقریب رکھی گئی، انہیں مدیر جامعہ کی کتابیں دی گئیں اور انہیں رخصت کیا گیا۔

☆......4 شعبان، 10 اپریل کو مدیر جامعہ نے لاہور کا سفر کیا، وہاں ان کے میزبان حافظ ندیم صاحب تھے جو دارالکتاب اردو بازار کے مالک ہیں، ان کی معیت میں لاہور کی کئی علمی شخصیات سے ملاقاتیں رہیں۔

☆......5 شعبان، 11 اپریل کو مشہور علمی شخصیت و ادیب پروفیسر خورشید رضوی صاحب سے ان کے مکان پر ملاقات ہوئی، ان کے ساتھ معروف کالم نگار جناب حسین پراچہ صاحب بھی تھے، عربی ادب کے موضوع پر ان سے گفتگو رہی اور "النخیل" کا پہلا شمارہ ان کو پیش کیا گیا۔

☆......دوسری ملاقات ماہر اقبالیات اور مجلس ترقی ادب کے سربراہ ڈاکٹر تحسین فراقی سے ہوئی، یہ ایک طویل نشست تھی اور اس میں کئی علمی موضوعات زیر بحث آئے، انہیں "النخیل" کا پہلا شمارہ دیا گیا، انہوں نے اپنی کتاب "اقبال۔۔۔دیدہ بینائے قوم" ہدیہ کی۔

☆......تیسری ملاقات ڈاکٹر محمد امین صاحب سے ہوئی، وہ کئی سالوں سے "البرہان" کے نام سے

رسالہ نکالتے ہیں جو مدیر جامعہ کے نام اعزازی آتا ہے، ان سے تعلیم کے موضوع پر تبادلہ خیال ہوا۔

☆......چوتھی ملاقات پنجاب یونیورسٹی کے شعبہ اسلامیات میں ڈاکٹر عثمان احمد صاحب اور ان کے رفقاء سے ہوئی، انہوں نے اپنی کتاب "علم اصول سیرت" ہدیہ کی اور شیخ زائد سینٹر کا تحقیقی سالانہ مجلہ" علمیات" کا پانچواں شمارہ بھی دیا گیا جو تین سو صفحات سے زائد حجم کا ہے۔

ان ملاقاتوں میں حافظ محمد ندیم صاحب اور مدیر جامعہ کے ساتھ مولانا ابوبکر فاروقی صاحب بھی تھے، انہوں نے اس کی تفصیل لکھی ہے جو النخیل کے اگلے شمارہ میں ان شاءاللہ شائع کی جائے گی اس میں پروفیسر خورشید رضوی صاحب کے ساتھ عربی کے قدیم وجدید ادب اور ڈاکٹر تحسین فراقی کے ساتھ فارسی کے قدیم وجدید ادب اور کتابوں پر جو اظہار خیال ہوا، اسے قلم بند کیا گیا۔

☆......مدیر جامعہ سے ملاقات کے لیے کراچی کے باہر سے آنے والے اہل علم کا سلسلہ بھی رجب کے آخر اور شعبان میں جاری رہا۔ جامعہ التسلیم چارسدہ صوبہ خیبر پختونخواہ کے مہتمم مولانا محمد آدم خان صاحب تشریف لائے، ان کے ساتھ ان کے بھائی مولانا عبداللہ جان بھی تھے، جامعہ عربیہ، ایبٹ آباد کے مہتمم مولانا مفتی رشید احمد صاحب آئے اور دو دن قیام فرمایا، وفاق المدارس کے عربی رسالے کے مدیر مولانا مختار صاحب نے ملتان سے آکر جامعہ میں قیام کیا، جامعہ جمالیہ نوشکی بلوچستان کے نائب مہتمم اور وفاق المدارس کے مسول مولانا حسین احمد صاحب، جامعہ صدیقیہ ایبٹ آباد کے مہتمم اور وہاں وفاق المدارس کے مسئول مولانا حبیب الرحمن صاحب، بہاولپور سے مجلہ صفدر کے مدیر مولانا جمیل الرحمن عباسی صاحب تشریف لائے اور ملاقات کی۔ کئی کتابوں کے مصنف مولانا امداداللہ انور صاحب کے صاحب زادے مولوی محمد ملنے آئے اور اصول حدیث پر اپنے والد کی ضخیم کتاب "علم حدیث کا انسائیکلو پیڈیا" مدیر جامعہ کو مولف کی طرف سے پیش کی، یہ کتاب بڑے سائز کے ہزار صفحات سے زائد ہے۔

☆......6 مئی کو پاکستان میں پہلا روزہ تھا، الحمدللہ اس سال بھی جامعہ کی مسجد فیض الغفور، میں 27 روزہ، دس روزہ اور پندرہ روزہ تراویح میں ختم قرآن کا اہتمام کیا گیا ہے۔

☆......حسب معمول اس سال بھی مستحق خاندانوں میں جامعہ کی طرف سے رمضان کی ابتدا میں راشن تقسیم کیا جارہا ہے، اس سال تقریبا ڈھائی سو مستحق گھرانوں کے لئے پیکج تیار کیا گیا ہے۔

آخری صفحہ

قران کریم۔۔۔دل کی بہار

مدیر کے قلم سے

رمضان المبارک کا مہینہ سایہ فگن ہے، اس ماہ قرآن کے ساتھ ایک خاص تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ قرآن اللہ کا کلام ہے، جو اسے پڑھے گا، وہ رحمت الٰہی کی نظروں میں رہے گا، ایک بندہ کو سب سے زیادہ قرب اپنے رب سے جن اوقات میں حاصل ہوتا ہے، ان میں سے ایک تلاوت قرآن کا وقت ہے۔ کروڑوں لوگ وطن عزیز میں ایسے ہیں، جو قرآن کی تلاوت نہیں کر سکتے، جو جدید تعلیم یافتہ ہیں، ان میں سے ایک بڑی تعداد سورۃ اخلاص تک صحیح نہیں پڑھ سکتی، یہ ہمارے نظام تعلیم کا المیہ ہے۔

قرآن خود سیکھیں، اپنے بچوں کو سکھائیں، خود پڑھیں اور گھر والوں سے پڑھوائیں۔ قرآن کریم کی تلاوت کا اہتمام کریں، اپنے گھر میں، اپنے دفتر میں، اپنی دکان میں اور اپنی نشست گاہ میں، بلند آواز اور درست تلفظ کے ساتھ، روزانہ چاہے ایک رکوع ہی کیوں نہ ہو، لیکن تسلسل کے ساتھ اسے جاری رکھئے، چند دن میں اس کی برکتیں ظاہر ہونا شروع ہو جائیں گی، جس مقصد کے لئے پڑھیں گے وہ برآئے گا۔ پریشانیوں سے نجات کے لئے، رزق کی فراوانی کی لئے، پرسکون زندگی کے لئے، جادو و جنات کے شر سے بچاؤ کے لئے، حسن خاتمہ کے لئے اور اپنے رب سے لو لگانے کے لئے۔ یہ بادشاہوں کے بادشاہ کا شاہانہ کلام ہے اور ہر طرح کی تاثیر رکھتا ہے، جو اسے آداب کی رعایت کے ساتھ پڑھے گا، اسکی کایا پلٹ جائے گی۔ قرآن کی تلاوت بڑھاپے کی تنہائیوں میں امیدوں کی قندیل ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا: "جو قرآن کریم کی تلاوت میں لگا رہے، وہ ارذل عمر یعنی بڑھاپے کی بے بسیوں سے محفوظ رہے گا" دل اگر نہیں لگتا تو قرآن کے ساتھ دل لگنے کی دعا کریں۔ زبان رسالت ماب نے امت کو دعا سکھائی: "**تجعل القران ربیع قلوبنا و جلاء احزاننا و ذهاب غمومنا و همومنا**"

"اے اللہ، قرآن کو ہمارے دلوں کی بہار بنا دیں، ہمارے حزن والم کے چھٹنے کا ذریعہ اور ہمارے غموں اور پریشانیوں کے ختم ہونے کا وسیلہ بنا دیں!"

اس پیغمبرانہ الہامی دعا میں لطیف اشارہ ہے کہ تلاوت قرآن کی خاصیت ہے کہ وہ دل کو شاداب رکھتی ہے، پریشانیوں کو دور کرتی ہے، غموں کا ازالہ کرتی ہے اور دل کی زمین پر ایسی فصل بہار اتارتی ہے، جس کو اندیشہ زوال نہیں!!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیرِ سرپرستی:
حضرت مولانا مفتی محمد عبدالمنان صاحب دامت برکاتہ
نائب مفتی۔۔۔دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی

زیرِ نگرانی:
حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب دامت برکاتہم
مدیر۔۔۔جامعہ تراث الاسلام کراچی

درسِ نظامی کے فضلاء کے لیے ایک اہم اور مفید کورس

ایک سالہ تخصص فی الافتاء

نمایاں خصوصیات:

- اصول افتاء، میراث، قواعدِ فقہ اور اسلامی بینکاری سے متعلق اہم کتب (مقدمہ رد المحتار، امداد الفتاوی، بحوث فی قضایا فقہیہ معاصر/فقہ البیوع اور المعاییر الشرعیہ کے منتخب ابواب کی تدریس۔
- اردو تحریر اور املاء وترقیم پر خصوصی توجہ۔
- جامعہ دارالعلوم کراچی کے طرز پر فتوی نویسی کی مشق، ہر طالب علم کم از کم سو (100) فتاوی مع (10) تخریجات۔
- معاصر اور اہم موضوعات پر (40تا50 صفحات) تحقیقی مقالہ جات لکھنے کا التزام۔
- ماہر فنون کی زیرِ نگرانی پورے سال میں سات شارٹ کورسز (مضمون نگاری کورس، فلکیات کورس، تکافل کورس، اسلامی بینکاری کورس، ڈیجیٹل لٹریسی کورس، جدید عربی کورس اور انگریزی کورس)۔
- فقہ الحلال پر خصوصی کورس کا انعقاد۔
- مختلف عربی اور اردو فتاوی جات کی منتخب فصول کا مطالعہ، جس کا باقاعدہ امتحان بھی لیا جاتا ہے۔
- ہر طالب علم کے لیے قیام وطعام کا انتظام۔
- ہر ماہ مختلف موضوعات پر خصوصی لیکچرر کو مدعو کرنے کا اہتمام۔

شرائطِ داخلہ:

- دورہ حدیث شریف میں وفاق المدارس یا کسی مستند ادارے سے سالانہ امتحان میں ممتاز یا کم از کم بتقدیر جید جدا کامیابی حاصل کی ہو۔
- امتحانِ داخلہ میں کامیاب ہونا ضروری ہے۔

تاریخِ داخلہ:

11 شوال تا 15 شوال 1440ھ - مقررہ ایام میں درخواست کے ساتھ دورہ حدیث کا مصدقہ نتیجہ بھی جمع کروائیں۔

جامعہ تراث الاسلام

سلیم ہاؤسنگ سوسائٹی، شاہ فیصل نمبر 3 کراچی

رابطہ نمبر: مفتی محمد ساجد میمن 03343042355 / مفتی محمد اویس نعیم 03453930727



وفاق المدارس... ساٹھ سالہ تاریخ
(اکابر علماء کی نظر میں)

اس کتاب سے ایک طرف جہاں دنیائے اسلام کے اس سب سے بڑے تعلیمی بورڈ کا تعارف سامنے آئے گا، وہیں "وفاق المدارس" کی پوری تاریخ یکجا ایک کتاب میں محفوظ ہو جائے گی۔ مولانا ابن الحسن عباسی سلمہ نے اس کام کی ذمہ داری لی اور مسلسل محنت کے بعد یہ عظیم دستاویز الحمدللہ تیار ہوگئی۔
شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان
(سابق صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

پاکستان میں وفاق المدارس کی ساٹھ سالہ جاودان تاریخ اس میں الحمدللہ مرتب ہوگئی ہے۔
حضرت مولانا محمد حنیف جالندھری
(ناظم اعلیٰ وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

یہ کتاب وفاق المدارس کی جامع تاریخ بھی ہے اور اہل علم کے لئے تعلیم وتربیت کے اصول وضوابط کا ایک انمول تحفہ بھی!
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
(صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

بڑی عرق ریزی کے ساتھ وفاق کی ساری تاریخ کھنگال کر یہ تاریخ ساز مجموعہ مرتب کیا گیا ہے۔
حضرت مولانا سمیع الحق شہید
(جامعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک)

الحمدللہ اس "دستاویز" میں بہت اہم مواد بزرگوں کی خدمات کا اور ان کی تحریروں کا جمع ہوگیا ہے، بلکہ برصغیر ہندو پاکستان میں دینی مدارس کی ایک تاریخ اس میں محفوظ ہوگئی ہے۔
مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد رفیع عثمانی

بڑی محنت کے ساتھ شروع سے لے کر اب تک وفاق المدارس کی تاریخ مرتب کردی ہے... جس میں اعتدال بھی ہے اور جامعیت بھی! مجھے امید ہے کہ یہ کتاب عصری تعلیمی اداروں اور شعبوں کے لیے بھی ایک علمی رہنمائی اور تعارف فراہم کرے گی۔
حضرت مولانا فضل الرحمن
(قائد جمعیت علماء اسلام پاکستان)

نصاب اور نظام تعلیم وتربیت کے حوالہ سے اکابر علماء اور ماہرین تعلیم کی رہنما تحریروں کا ایک گلدستہ اس میں سجا ہوا نظر آتا ہے۔
حضرت مولانا محمد انوار الحق
(نائب صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان)

امید ہے کہ یہ تاریخ ساز دستاویز، نہ صرف دینی مدارس کے منتظمین اور متعلقین کے لیے مشعل راہ ثابت ہوگی بلکہ اس سے عصری اداروں کے وہ صاحبان بھی فائدہ اٹھا سکتے ہیں جو تعلیم وتربیت کے کسی نصاب یا نظام سے جڑے ہوئے ہیں۔
مبلغ اسلام حضرت مولانا طارق جمیل

اس کتاب کے مطالعہ سے وفاق المدارس العربیہ کی تاریخ، اس کے نظریات اور اس کے رجال کار کا تعارف حاصل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔
شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی